بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ　　وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

ایڈیٹر: منصور احمد

جلد: 75/شمارہ:45/ 05/نومبر 2026ء،24جمادی الاول1448 ہجری قمری،05/انبوت1405 ہجری شمسی(www.akhbarbadr.in)

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی اطمنان قلب کا باعث ہے

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۹﴾ (الرّعد:29)

ترجمہ:(یعنی) وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوجاتے ہیں۔سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

تین خصلتیں جس میں پیدا ہوجائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ”ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، أَنْ يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ“

[صحیح البخاری/کتاب الإیمان/حدیث: 16]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہوجائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں،دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے۔تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔

تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے،ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔مَیں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔کس دف سے مَیں بازاروں میں مُنادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تالوگ سن لیں۔اور کس دوا سے مَیں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔“

(کشتی نوح،روحانی خزائن جلد 19صفحہ 21-22)

نیز فرمایا:

”جب انتہا درجہ تک کسی کا وجود ضروری سمجھا جاتا ہے تو وہ معبود ہوجاتا ہے اور یہ صرف خدا تعالیٰ ہی کا وجود ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔کسی انسان یا اور مخلوق کے لئے ایسا نہیں کہہ سکتے۔“

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۶۵،ایڈیشن ۱۹۸۴ء)

اقتباس از تفسیر کبیر

انسانی پیدائش کا اصل مقصد خدا تعالیٰ کی یاد اور ذکر ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”پس چونکہ اصل مقصد انسانی پیدائش کا خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کا ذکر ہی ہے۔جب خدا مل جاتا ہے تو کوئی جلن اور تڑپ نہیں رہتی۔بلکہ اطمینان ہی رہتا ہے۔جو لوگ دنیا کی جستجو میں رہتے ہیں ان کو جس قدر ترقی ملتی ہے ان کی جلن بڑھتی جاتی ہے۔مگر جو خدا تعالیٰ کی طرف جاتا ہے اور جس قدر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اتنا ہی اس کے دل کا اطمینان بڑھتا جاتا ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے اپنی ذات کی جستجو ہی ہماری زندگی کا اصل مقصد قرار دیا ہے۔پس جب وہ مقصد پورا ہوجاتا ہے انسان کو اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔ہماری ریاستوں کو ہی دیکھو۔باوجودیکہ ان کی حفاظت گورنمنٹ کے ذریعہ ہے مگر بعض رؤسا کے ڈر کا یہ حال ہے کہ ولایت سے بند ہوکر پانی آتا ہے۔ان کے سامنے کھولا جاتا ہے۔پھر بھی پہلے دوسروں کو پلایا جاتا ہے پھر راجہ صاحب پیتے ہیں۔اسی طرح ان کا کھانا ہے کہ ہزار احتیاطوں میں لگایا جاتا ہے۔پھر اس سے پہلے خود اسی کو کھلایا جاتا ہے جو پکانے والا ہو۔پھر اس کو ڈاکٹر کھاتا ہے۔پھر ان کے سامنے پیش ہوتا ہے۔گویا ہر دم خطرہ ہے۔اور احتیاط ہوتی رہتی ہے۔ہر دم بے چینی رہتی ہے۔مگر ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو ہر طرف دشمن ہی دشمن ہیں۔مگر کوئی خطرہ نہیں۔اطمینان وسرور ہے۔دشمن بھی اگر کھانے کی دعوت دیتا ہے تو بے دھڑک چلے جاتے ہیں۔ایک دفعہ ایک یہودن عورت نے زہر بھی دے دیا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے الہام سے آپؐ کو یہ امر معلوم ہوگیا۔اور آپؐ اس سے محفوظ رہے۔(سیرت النبی لابن ہشام زیر عنوان امر خیبر)۔آپ کو اس قدر اطمینان کیوں تھا؟اسی وجہ سے کہ آپ نے ایک ایسی ہستی سے تعلق قائم کیا ہوا تھا جو غیب کو جانتی ہے اور اس سے جب کسی کا تعلق ہوجاتا ہے تو وہ اپنے غیب سے بندے کو بھی حسب ضرورت حصہ دیتا رہتا ہے۔پس اس سے تعلق رکھنے والا مطمئن رہتا ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد ۵،صفحہ نمبر ۶۷،الرعد ۱۳،آن لائن ایڈیشن)

اخبار احمدیہ الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 30/اکتوبر 2026 کو مسجد مبارک(اسلام آباد)یو.کے سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔جس کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ نمبر 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی،فعال درازیٔ عمر،مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں،اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔آمین۔

جمیل احمد ناصر،پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

قادیان دارالامان میں ذیلی تنظیمات کے مرکزی اجتماعات کے موقع پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بصیرت افروز پیغامات

قادیان دارالامان میں ۲۳، ۲۴ اور ۲۵ اکتوبر (بروز جمعہ، ہفتہ و اتوار) مجلس انصاراللہ بھارت، مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ بھارت اور لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ بھارت کے مرکزی اجتماعات 'بستانِ احمد' میں نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوئے۔ اس مبارک موقع پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت تینوں تنظیموں کے لیے اپنے بصیرت افروز پیغامات ارسال فرمائے۔

ادارہ 'بدر' ان تینوں بصیرت افروز پیغامات کو اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ (ادارہ)

پیغام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برموقع سالانہ نیشنل اجتماع مجلس انصاراللہ بھارت 2026ء

پیارے ممبران مجلس انصاراللہ بھارت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ کہ آپ کو اپنا سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے کامیاب اور بابرکت فرمائے۔ آمین

مَیں اس موقع پر آپ کو چند اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

مجلس انصاراللہ کے ممبران کو اپنا حقیقی جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم اپنی زندگیاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو باوجود انصاراللہ کہلانے کے ہماری حالت قابل فکر ہے۔ آپ علیہ السلام تو ہر فرد جماعت سے اعلیٰ معیار چاہتے ہیں کجا یہ کہ انصاراللہ کہلا کر اس طرف توجہ نہ دیں جو توجہ کا حق ہے۔ ہم نے اپنے گھروں کے ماحول کو ایسا بنانا ہے جہاں پاک نمونے قائم ہوں۔ اپنے بیوی بچوں کے سامنے اور اپنے معاشرے اور ماحول میں وہ نمونے قائم کرنے ہیں جو معاشرے کی بھلائی اور بہتری کے لیے ایک راستہ دکھانے والے ہوں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی نسلوں کی اصلاح کے لیے، اپنی نسلوں کو بچانے کے لیے، اپنی نسلوں میں دین کی محبت پیدا کرنے کے لیے، اپنی نسلوں کو خدا تعالیٰ سے جوڑنے کے لیے، اپنی نسلوں میں جماعتی احترام اور تعلق پیدا کرنے کے لیے ایسے نمونے قائم کریں جو ایک مثال ہوں۔ بچوں کی تربیت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نسخہ بتایا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''ہدایت اور تربیت حقیقی خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیے۔ ہم تو اپنے بچوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔'' (ملفوظات جلد 2 صفحہ 5)

پس نیک نمونے اور دعا کا تربیت اولاد سے گہرا تعلق ہے جس کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پنجوقتہ نمازوں میں باقاعدگی اختیار کریں اور تعلق باللہ میں ترقی کرنے کی کوشش کریں۔ درحقیقت جب ایک مومن، متقی بندہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود اُس کا متکفّل ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ ایسوں کا متولی ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (الاعراف: 197) یعنی وہ نیکوں کا ساتھ دیتا ہے، اُن کا متولی ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ ان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ ان کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتے ہیں۔ ان کے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتے ہیں۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جو میرے ولی کی دشمنی کرتا ہے، مَیں اس سے کہتا ہوں کہ میرے مقابلہ کے لئے تیار رہو۔ ایک جگہ فرمایا ہے کہ جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر ایسے جھپٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی سے کوئی اس کا بچہ چھینے تو وہ غضب سے جھپٹتی ہے''۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 681-680)

پس کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ جن کا ولی اللہ تعالیٰ ہو جاتا ہے۔ اور جن کا ولی خدا تعالیٰ ہو جاتا ہے اُن کے غم اور خوف ختم ہو جاتے ہیں اور آئندہ کے لئے نیک عمل کرنے کی طرف اُن کی توجہ ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیں کہ جب ہمارا اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا ہو گا اور دعا پر اتنا یقین ہو گا کہ ہم یہ سمجھیں گے کہ دعا کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں اور اپنی پانچ وقت کی نمازوں میں رقت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے، درد پیدا کرنے کی کوشش کریں گے، بچوں کے لیے خاص دعائیں کرنے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری نسلیں بچ جائیں گی۔ وہ ہمیشہ دین کے ساتھ جڑی بھی رہیں گی اور خدا تعالیٰ سے ان کا تعلق بھی پختہ ہوتا چلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ آپ اپنی حالتوں کو تبدیل کرنے والے ہوں، اپنے بچوں کی حالتوں میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں اور اپنے گھروں کے ماحول کو پُرامن رکھنے والے ہوں۔ آمین

پیغام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برموقع سالانہ نیشنل اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ بھارت 2026ء

پیارے ممبران مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ کو "ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے" کے موضوع پر اپنا سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آمین

میں اس موقع پر اس بارے میں چند ضروری باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

یہ زمانہ جو دنیا کو اللہ تعالیٰ سے دور لے گیا ہے اس وقت میں ہر احمدی کا یہ کام ہے کہ تعلق باللہ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اور ہر چڑھنے والا دن اس معرفت میں ترقی کرنے والا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آپ کو کس قدر تڑپ تھی کہ اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کی یہ چنگاری دوسروں کے دلوں میں بھی پیدا ہو جائے۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

" کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اِس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اِس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اِس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں"۔ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 22-21)

ان الفاظ کی تہ میں کس قدر درد ہے۔ ان کی گہرائی میں ہر ایک اپنے فہم اور ادراک کے لحاظ سے جا سکتا ہے لیکن جس حد تک بھی کوئی اپنی استعداد کے مطابق پہنچے گا روحانیت میں غیر معمولی بلندی اور غیر معمولی ترقی حاصل کرنے والا ہو گا

ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق دی جن کی آمد کا مقصد اپنے متبعین کے تقویٰ کے معیار کو بلند کرنا، انہیں ایک خدا کی حقیقی پہچان کروا کر اس کے سامنے جھکنے والا، اس کی عبادت کرنے والا اور اس کے حکموں پر عمل کرنے والا بنانا تھا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تعلیمات میں اپنی پیاری جماعت کو نماز، روزہ کی پابندی کرنے اور تمام اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے کی بار بار نصیحت فرمائی ہے کیونکہ یہی وہ ذرائع ہیں جن سے انسان کو خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب نصیب ہوتا ہے اور جس مومن کو خدا مل جائے اس نے اپنی زندگی کے مقصد کو پا لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک موقع پر فرماتے ہیں:

"اعلیٰ درجہ کی خوشی خدا میں ملتی ہے۔ جس سے پرے کوئی خوشی نہیں ہے۔ جنت پوشیدہ کو کہتے ہیں اور جنت کو جنت اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نعمتوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اصل جنت خدا ہے۔ جس کی طرف تردد منسوب ہی نہیں ہوتا۔ اس لیے بہشت کے اعظم ترین انعامات میں رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبۃ: ۷۲) ہی رکھا ہے۔ انسان انسان کی حیثیت سے کسی نہ کسی دکھ اور تردد میں ہوتا ہے مگر جس قدر قرب الٰہی حاصل کرتا جاتا ہے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ سے رنگین ہوتا جاتا ہے اسی قدر اصل سکھ اور آرام پاتا ہے۔ جس قدر قرب الٰہی ہو گا لازمی طور پر اسی قدر خدا کی نعمتوں سے حصہ لے گا۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 21 تا 22)

پس آپ سب کو خدا تعالیٰ سے قرب اور تعلق میں بڑھنے کی ضرورت ہے دنیا کو پیچھے دھکیلیں اور خدا تعالیٰ سے قرب میں بڑھتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ آپ خالص ہو کر اس کی طرف جھکنے والے اور اس سے محبت کرنے والے ہوں۔ آمین۔

پیغام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برموقع سالانہ نیشنل اجتماع لجنہ اماء اللہ بھارت 2026ء

عزیز ممبرات لجنہ اماء اللہ بھارت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ کہ آپ کو اپنا سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے کامیاب اور بابرکت فرمائے۔ آمین

اس موقع پر میں آپ کو چند ضروری نصائح کرنا چاہتا ہوں۔

آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنے کی توفیق ملی ہے۔ بیعت کا مطلب بیچ دینا ہے۔ جب آپ نے اپنے آپ کو زمانے کے امام کے ہاتھ بیچ دیا ہے تو پھر اپنے تمام جذبات اور خیالات کو اس شخص کے تابع کریں جس نے آپ کو خدا کے حضور پیش کرنے کے لئے خریدا ہے۔ **(باقی صفحہ نمبر 7 پر)**

خطبہ جمعہ

”میرا یہ حال ہے کہ اگر مجھے جلتی آگ میں بھی ڈالا جاوے تو بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ ضائع نہ ہوں گا۔ اضطراب تو ہوگا کہ آگ ہے۔ اس سے انسان جل جاتا ہے مگر امید ہوتی ہے کہ ابھی آواز آوے گی یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ“ (حضرت مسیح موعودؑ)

یہ آپؑ کی اللہ تعالیٰ پر توکّل کی عجیب شان ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آگ سے بچانے کا کہہ دیا تو پھر سوال ہی نہیں اٹھتا کہ اس پر توکّل نہ کیا جائے اور کامل یقین نہ ہو۔ پورے یقین سے آپؑ نے کہا کہ مَیں کہتا ہوں مجھے آگ نہیں جلائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے

بے چینی میں جس طرح اللہ تعالیٰ پر توکّل انبیاء کا خاصہ ہے اسی طرح ایک مومن کو بھی چاہیے کہ انبیاء اور خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے یاس اور ناامیدی کو اپنے پاس نہ آنے دے۔ بے چینی میں بھی اللہ تعالیٰ پر توکّل ہونا چاہیے۔ اسباب کا استعمال ہو۔ دعاؤں پر زور ہو اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکّل ہو

”جیسا کہ ایک دنیادار کو اپنے صندوق پر رکھے ہوئے روپوں پر بھروسہ ہوتا ہے کہ جب چاہوں گا نکال لوں گا اس سے زیادہ ان لوگوں کو جو اللہ پر توکّل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر یقین ہوتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے فوراً خدا تعالیٰ بھیج دیتا ہے“ (حضرت مسیح موعودؑ)

”ہمارے حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کسی کو خوشی ہے کہ میرے پاس مال ہے۔ کسی کو خوشی ہے کہ میری اولاد بہت ہے۔ اور کسی کو خوشی ہے کہ میرا جتھا بہت ہے۔ پر مَیں خوش ہوں کہ میرا خدا جو ہے وہ قادر مطلق ہے“ (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ)

”اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکّل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکّل کرے میں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہیے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے“ (حضرت مسیح موعودؑ)

”اے عزیز! جو تم نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے کیا کیا نعمتیں ملتی ہیں اور تقویٰ اختیار کرنے سے کیسی دولت ملتی ہے غور کر کے دیکھو وہ خدا تعالیٰ جو زمین و آسمان کے رہنے والوں کی پرورش کرتا ہے کیا اس کے ہونے میں کوئی شک و شبہ ہوسکتا ہے؟ وہ پاک اور سچا خدا ہی ہے جو ہم تم سب کو پالتا پوستا ہے۔ پس خدا ہی سے ڈرو اسی پر بھروسہ کرو اور نیکی اختیار کرو“ (حضرت مسیح موعودؑ)

”توکّل کا مقام یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے اور توکّل کے یہ معنے بھی نہیں ہیں کہ خدا تعالیٰ کی جستجو کرنے والوں کے لئے سامان کرنے منع ہیں۔ سامان بھی کئے جاسکتے ہیں“ (حضرت مصلح موعودؓ)

”مَیں نے ایک کشف میں اللہ تعالیٰ کو تمثل کے طور پر دیکھا کہ میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔ بس یہ وہ نسخہ ہے جو تمام انبیاءؑ و اولیاء و صلحاء کا آزمایا ہوا ہے۔ نادان لوگ اس بات کو چھوڑ کر بوٹیوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اتنی محنت اگر وہ ان بوٹیوں کے پیدا کرنے والے کے لئے کرتے تو سب من مانی مرادیں پالیتے“ (حضرت مسیح موعودؑ)

” مومن کا کام اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنا ہوتا ہے۔ کام تو خدا تعالیٰ کرتا ہے لیکن ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم وہی کچھ کریں، ہم وہی کچھ سوچیں اور ہم وہی کچھ کہیں جو خدا تعالیٰ نے کہا ہے“ (حضرت مصلح موعودؓ)

”انبیاء اکثر امور میں مشورہ لیتے ہیں اور ان سے بڑھ کر کوئی مشورہ نہیں لیتا مگر بعض ایسے اوقات ہوتے ہیں کہ جن میں وہ دوسرے واسطوں کو چھوڑ کر محض خدا کی امداد پر بھروسہ کرنا پسند کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں مشورہ کا بھی موقعہ اور محل ہوتا ہے اور کسی دشمن کی طرف سے علمی اعتراض ہونے پر انبیاء عموماً محض خدا کی نصرت پر بھروسہ کرتے ہیں“ (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

”اگر ہم قرض لیتے تو یہ توکّل کے خلاف ہوتا۔ اِدھر ہمیں ضرورت پیش آئی اور اُدھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے ذریعہ سے روپیہ بہم پہنچا دیا جس کا ہمیں وہم اور خیال بھی نہیں تھا“ (حضرت مسیح موعودؑ)

”آپؑ کو اپنے بھیجنے والے خدا کی نصرت پر کامل بھروسہ تھا کہ جو پودا اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے وہ اسے کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔... جماعت احمدیہ کے نوجوانوں اور مقامی جماعتوں کے امیروں اور انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے عہدیداروں اور سب سے بڑھ کر جماعت کے مبلّغوں اور مربیوں اور مرکزی کارکنوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس غیر معمولی صبر اور استقلال اور اس غیر معمولی عزم اور اس غیر معمولی توکّل سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اگر وہ بھی صبر و ثبات سے کام لیں گے اور خدا کے بندے بن کر رہیں گے اور اپنے آپ کو ثمر دار پودے بنائیں گے تو خدا تعالیٰ ان کی بھی اسی طرح حفاظت کرے گا اور ان کے لئے بھی اسی طرح غیرت دکھائے گا جس طرح کہ وہ ہمیشہ سے اپنے نیک بندوں کے لئے دکھاتا چلا آیا ہے“ (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

توکّل کا یہ مقام ہے کہ ایک مضمون کی فصاحت و بلاغت اور اس کے معنوی محاسن پر ناز ہونے کے باوجود اس کے کھوئے جانے پر کس استغناء کے رنگ میں فرماتے ہیں کہ کوئی فکر کی بات نہیں خدا ہمیں اس سے بہتر مضمون عطا فرمادے گا!! یہ شفقت اور یہ توکّل اور یہ تحمل خدا کے خاص بندوں کے سوا کسی اَور میں پایا جانا ممکن نہیں (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

”اسلام کی خدمت جو شخص درویشی اور قناعت سے کرتا ہے وہ ایک معجزہ اور نشان ہوجاتا ہے۔ جو جمعیت کے ساتھ کرتا ہے اس کا مزا نہیں آتا کیونکہ توکّل علی اللہ کا پورا لطف نہیں رہتا۔ اور جب توکّل پر کام کیا جائے اللہ مدد کرتا ہے اور یہ باتیں روحانیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب روحانیت انسان کے اندر پیدا ہو تو وہ وضع بدل دیتا ہے۔... یہ خیالات باطل ہیں کہ کئی لاکھ روپیہ ہو تو کام چلے۔ خدا پر توکّل کر کے جب ایک کام شروع کیا جائے اور اصل غرض اس سے دین کی خدمت ہو تو وہ خود مددگار ہوجاتا ہے اور سارے سامان اور اسباب بہم پہنچا دیتا ہے۔“ (حضرت مسیح موعودؑ)

توکّل علیٰ اللہ کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کے غلام صادق حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی نصائح اور سیرتِ طیبہ کے ایمان افروز واقعات

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 09/ اکتوبر 2026ء بمطابق 09/ اخاء 1405 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

خطبہ ہذا کا یہ متن ادارہ بدر، ادارہ الفضل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے توکّل کے واقعات بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ ”ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ علاج کے معاملہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ کبھی ایک قسم کا علاج نہ کرتے تھے بلکہ ایک ہی بیماری میں انگریزی دوا بھی دیتے رہتے تھے اور ساتھ

ساتھ یونانی بھی دیتے جاتے تھے۔ پھر جو کوئی شخص مفید بات کہہ دے اس پر بھی عمل کرتے تھے اور اگر کسی کو خواب میں کچھ معلوم ہوا تو اس پر بھی عمل فرماتے تھے'' بعض دفعہ بعض بزرگوں کو خواب میں بھی نسخے نظر آجاتے ہیں۔ ''پھر ساتھ ساتھ دعا بھی کرتے تھے اور ایک ہی وقت میں ڈاکٹروں اور حکیموں سے مشورہ بھی لیتے تھے اور طب کی کتاب دیکھ کر بھی علاج میں مدد لیتے تھے۔غرض

علاج کو ایک عجیب رنگ کا مرکّب بنا دیتے تھے اور اصل بھروسہ آپ کا خدا پر ہوتا تھا۔''

(سیرت المہدی جلد1 حصہ سوم صفحہ 786 روایت نمبر 906)

لوگ سوال کرتے ہیں کہ بے چینی ہوتی ہے کس کو ہوتی ہے؟ کیوں ہوتی ہے؟ کیا سزا ہے؟ کیا وجہ ہے؟ تو بہرحال انبیاء کی بے چینی اور عام آدمی کی بے چینی کے فرق کو واضح کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ '' اگرچہ انسان کو بشریت کے تقاضا سے اضطراب ہوتا ہے'' قدرتی بات ہے انسان کو اضطراب ہوتا ہے، بے چینی ہوتی ہے ''مگر وہ خاصہ بشریت ہے اور سب انبیاء بھی اس میں شریک ہیں جیسے کہ جنگِ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اضطراب ہوا تھا۔

عام لوگوں میں اور انبیاؤں میں یہ فرق ہے کہ عام لوگوں کی طرح انبیاؤں کے اضطراب میں یاس کبھی نہیں ہوتی۔'' مایوسی نہیں ہوتی۔ ''ان کو اس امر پر پورا یقین ہوتا ہے کہ خدا ضائع کبھی نہ کرے گا۔''

آپؑ نے فرمایا کہ

''میرا یہ حال ہے کہ اگر مجھے جلتی آگ میں بھی ڈالا جاوے تو بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ ضائع نہ ہوں گا۔ اضطراب تو ہوگا کہ آگ ہے۔ اس سے انسان جل جاتا ہے مگر امید ہوتی ہے کہ ابھی آواز آوے گی یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ۔ اے آگ! تُو ابراہیم کے لیے ٹھنڈی بھی ہو جا اور اس کے لیے سلامتی کا باعث بھی بن جا۔

''لیکن دوسرے لوگوں کے اضطراب میں یاس ہوتا ہے۔'' ناامیدی ہوتی ہے جن کا ایمان نہیں ہوتا۔ ''خدا پر تو ان کو توقع نہیں ہوتی اور یہ کفر ہے۔'' (ملفوظات جلد 4 صفحہ 271 حاشیہ، ایڈیشن 2022ء)

یہ جو حالت ہے یہ کفر ہے۔ پس

بے چینی میں جس طرح اللہ تعالیٰ پر توکّل انبیاء کا خاصہ ہے اسی طرح ایک مومن کو بھی چاہیے کہ انبیاء اور خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے یاس اور ناامیدی کو اپنے پاس نہ آنے دیں۔ بے چینی میں بھی اللہ تعالیٰ پر توکّل ہونا چاہیے۔ اسباب کا استعمال ہو۔ دعاؤں پر زور ہو اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکّل ہو۔

آپؑ نے مومنوں کو بھی یہ نصیحت فرمائی کہ مومن کا بھی یہ کام ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ پر توکّل رہنا چاہیے اور مایوسی اس طرح نہیں آنی چاہیے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ''ہم میں سے بیسیوں اشخاص اس بات کے زندہ گواہ ہیں کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ جب کتاب نور الدین لکھ رہے تھے تو اس میں آپ نے لکھا کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنے کا جو ذکر ہے اس سے مراد لڑائی کی آگ ہے۔ آپ نے خیال کیا کہ آگ میں پڑ کر زندہ بچنا تو بہت مشکل ہے اس لئے آگ سے مراد لڑائی کی آگ لی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان دنوں بسراواں'' قادیان کے قریب ایک گاؤں ہے '' کی طرف سیر کو جایا کرتے تھے۔'' حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں: ''مجھے یاد ہے میں بھی ساتھ تھا۔ کسی نے چلتے ہوئے کہا کہ حضور! بڑے مولوی صاحب نے'' یعنی حضرت خلیفہ اوّلؓ نے، مولانا نور الدین صاحبؓ نے '' بڑا لطیف نکتہ بیان کیا ہے۔'' آپؓ لکھتے ہیں: ''(جو لوگ عام طور پر عقلی باتوں کی طرف زیادہ راغب ہوں وہ ایسی باتوں کو بہت پسند کرتے ہیں) لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قریباً ساری سیر میں اس بات کا ردّ کرتے رہے اور فرمایا کہ میری طرف سے مولوی صاحب کو کہہ دو کہ یہ مضمون کاٹ دیں۔ ہمیں الہام ہوا ہے کہ '' آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے'' تو حضرت ابراہیمؑ سے اگر اللہ تعالےٰ نے ایسا سلوک کیا تو کیا بعید ہے۔'' پھر آپؑ نے فرمایا: '' کیا طاعون آگ سے کم ہے اور دیکھ لو کیا یہ کم معجزہ ہے کہ چاروں طرف طاعون آئی مگر ہمارے مکان کو اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا۔ پس اگر حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے بچا لیا ہو تو کیا بعید ہے۔ ہماری طرف سے مولوی صاحب سے کہہ دو کہ یہ مضمون کاٹ دیں۔ چنانچہ آپ نے'' مولانا نور الدین صاحبؓ نے یہ مضمون ''کاٹ دیا'' اتنا فقرہ۔

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 617) (روزنامہ الفضل قادیان نمبر 209 جلد 26 ،مورخہ 10/ ستمبر 1938ء صفحہ 6-5)

یہ آپؑ کی اللہ تعالیٰ پر توکّل کی عجیب شان ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آگ سے بچانے کا کہہ دیا تو پھر سوال ہی نہیں اٹھتا کہ اس پر توکّل نہ کیا جائے اور کامل یقین نہ ہو۔ پورے یقین سے آپؑ نے کہا کہ مَیں کہتا ہوں مجھے آگ نہیں جلائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرچ نہیں رہا۔ ان دنوں جلسہ سالانہ کے لیے چندہ ہو کر نہیں جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے پاس سے ہی صَرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحبؓ مرحوم نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لیے کوئی سامان نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر دیں۔ چنانچہ زیور فروخت کیا یا رہن رکھا گیا اور میر صاحبؓ روپیہ لے آئے۔ مہمانوں کو کھانا مہیا کیا۔ دو دن کے بعد پھر میر صاحبؓ آئے اور (حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) کہتے ہیں کہ رات میری موجودگی میں کہا کہ کل کے لیے پھر کچھ نہیں ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے برعایتِ ظاہری اسباب کے انتظام کر دیا تھا۔ اب ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ جس کے مہمان ہیں وہ خود کرے گا۔ اگلے دن آٹھ یا نو بجے صبح جب چٹھی رساں آیا ڈاکخانہ سے تو حضورؑ نے میر صاحبؓ کو اور مجھے بلایا اور پھر اس چٹھی رساں کے ہاتھ میں دس پندرہ کے قریب منی آرڈر تھے جو مختلف جگہوں سے آئے ہوئے تھے۔ سو سو پچاس پچاس روپیہ کے اور ان پر لکھا تھا کہ ہم حاضری سے معذور ہیں، مہمانوں کے صَرف کے لیے یہ روپے بھیجے جاتے ہیں۔ وہ آپؑ نے وصول فرما کر توکّل پر تقریر فرمائی۔ اَور بھی چند آدمی تھے جہاں آپؑ کی نشست تھی وہاں کا یہ ذکر ہے۔ فرمایا کہ

جیسا کہ ایک دنیادار کو اپنے صندوق پر رکھے ہوئے روپوں پر بھروسہ ہوتا ہے کہ جب چاہوں گا نکال لوں گا اس سے زیادہ ان لوگوں کو جو اللہ پر توکّل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر یقین ہوتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے فوراً خدا تعالیٰ بھیج دیتا ہے۔

(ماخوذ از سیرت المہدی جلد 2 حصہ چہارم صفحہ 98-97، روایت نمبر 1124)

اللہ تعالیٰ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا توکّل اور اللہ تعالیٰ کا آپؑ سے کیا سلوک تھا

اس بات کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک خادم حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میاں نجم الدین صاحب بھیرویؓ لنگر خانے کے منتظم تھے۔ ایک دفعہ میاں نجم الدین صاحبؓ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ لنگر خانے کی ضروریات کے لیے آٹا وغیرہ کی خرید کے لیے کچھ روپیہ عنایت فرمائیں۔ تو حضرت صاحبؑ نے فرمایا اس وقت میرے پاس کوئی روپیہ نہیں ہے۔ جس خدا کے مہمان ہیں اور جن کے لیے یہ لنگر ہے وہ خود انتظام فرمائے گا۔ اس پر میاں نجم الدینؓ واپس آگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک پھٹے پرانے کپڑوں والا ایک شخص حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اندر اطلاع کی۔ آپؑ باہر تشریف لائے۔ اس نے آپؑ کے ہاتھ میں ایک گٹھڑی کپڑوں میں روپوں کی پوٹلی باندھی ہوئی دے دی اور خود چلا گیا۔ جب حضرت صاحبؑ نے وہ گٹھڑی یا پوٹلی کھولی تو اس میں کافی روپیہ تھا۔ حضرت صاحبؑ نے اندر سے واپس آکر اس شخص کو بلوانے اور پتہ لگانے کی کوشش کی مگر وہ نہ ملا۔ میاں نجم الدین صاحبؓ کو حضرت صاحبؑ نے بلوا کر وہ سب روپے دے دیے۔

(ماخوذ از روزنامہ الفضل ربوہ جلد 81-46 نمبر 214 مؤرخہ 21/ ستمبر 1996ء صفحہ 3)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بیان فرماتے ہیں کہ

''ہمارے حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کسی کو خوشی ہے کہ میرے پاس مال ہے۔ کسی کو خوشی ہے کہ میری اولاد بہت ہے۔ اور کسی کو خوشی ہے کہ میرا جتھا بہت ہے۔ پر مَیں خوش ہوں کہ میرا خدا جو ہے وہ قادر مطلق ہے۔''

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 171)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکّل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکّل کرے میں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہیے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔''

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 241-240، ایڈیشن 2022ء)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ فرماتے ہیں کہ ''حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد سلمہ اللہ... نے فرمایا کہ جناب امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانچ ستمبر 1898ء کو بعد نماز عصر میری درخواست پر ''یعنی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی درخواست پر، جب وہ بچے تھے، ایک ''... کہانی سنائی'' اور وہ کہانی یہ تھی۔ کہتے ہیں ''جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکّل اور بھروسہ کرنا اور سچا تقویٰ انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ خود اس کا کفیل ہو جاتا ہے اور ایسے طور پر اس کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی۔'' اس مضمون پہ آپؑ نے یہ کہانی بیان کی۔ ''چنانچہ حضرت نے... فرمایا کہ ایک بزرگ کہیں سفر پر جا رہے تھے اور ایک جنگل میں ان کا گزر ہوا جہاں ایک چور رہتا تھا اور جو ہر آنے جانے والے مسافر کو لوٹ لیا کرتا تھا۔ اپنی عادت کے موافق اس بزرگ کو بھی لوٹنے لگا۔ بزرگ موصوف نے فرمایا'' اسے۔ ''وَفِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ۔ (الذاریات:23)'' اور آسمان میں تمہارا رزق بھی ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ وعدہ کیا جاتا ہے وہ بھی ہے۔ '' تمہارا رزق آسمان پر موجود ہے تم خدا پر بھروسہ کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور چوری چھوڑ دو۔ خدا تعالیٰ خود تمہاری ضرورتوں کو پورا کر دے گا۔ چور کے دل پر اثر ہوا اس نے بزرگ موصوف کو چھوڑ دیا اور ان کی بات پر عمل کیا یہاں تک کہ اسے سونے چاندی کے برتنوں میں عمدہ عمدہ کھانے ملنے لگے۔ وہ کھانے کھا کر برتنوں کو جھونپڑی کے باہر پھینک دیتا۔ اتفاقاً وہی بزرگ کبھی ادھر سے گزرے تو اس چور نے جو اَب بڑا نیک بخت اور متقی ہو گیا تھا اس بزرگ سے ساری کیفیت بیان کی اور کہا کہ مجھے اَور آیت بتلاؤ۔ تو بزرگ موصوف نے فرمایا کہ۔ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ۔'' کہ آسمانوں اور زمین کے ربّ کی قسم ہے یعنی جب یہ باتیں پوری ہوں گی تو پتہ لگ جائے گا کہ یہ قرآن اسی طرح ایک حقیقت ہے۔ ''یہ پاک الفاظ سن کر'' اس چور پر ''اس'' شخص ''پر'' جو اب چوری چھوڑ چکا تھا اور نیکی کی طرف مائل تھا بلکہ نیکی کر رہا تھا'' ایسا اثر ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اس کے دل پر بیٹھ گئی۔'' تقویٰ میں مزید بڑھا'' پھر تڑپ اٹھا'' اور اس سوچ کے ساتھ ہی بے چین ہوا۔ تڑپ اٹھا'' اور اسی میں جان دے دی۔'' معرفت اس کو اتنی حاصل ہو گئی تھی۔ ''پس

اے عزیز! جو تم نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے کیا کیا نعمتیں ملتی ہیں اور تقویٰ اختیار کرنے سے کیسی دولت ملتی ہے غور کر کے دیکھو وہ خدا تعالیٰ جو زمین و آسمان کے رہنے والوں کی پرورش کرتا ہے کیا اس کے ہونے میں کوئی شک و شبہ ہو سکتا ہے؟ وہ پاک اور سچا خدا ہی ہے جو ہم تم سب کو پالتا پوستا ہے۔ پس خدا ہی سے ڈرو اسی پر بھروسہ کرو اور نیکی اختیار کرو۔''

(حیات احمد جلد 1 حصہ 2 صفحہ 243-242) (الحکم نمبر 26 و 27 جلد (2) مؤرخہ 6 تا 13 ستمبر 1898ء صفحہ 11)

لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ چھوٹے بچوں کو زیادہ گہری باتوں کی سمجھ نہیں آتی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مصلح موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو ان کی عمر جب صرف نَو سال تھی، یہ حکایت سنائی۔

یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی ذہانت کے مطابق بھی یہ کہانی سنائی ہو گی۔ آپؑ کو پتہ ہو گا کہ بچہ سمجھ جائے گا۔ لیکن یہ بھی آپؑ کے پیش نظر ہو گا کہ بچپن سے ہی آپؓ میں، بچوں میں توکّل کی اہمیت پیدا کی جانی چاہیے۔ پس یہ تربیت کے اصول ہم سب کے لیے راہنما ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک بزرگ کا قصہ سنایا کرتے تھے کہ وہ کسی گوشہ میں بیٹھے وعظ و نصیحت کرتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو وہیں روزی پہنچا دیتا تھا۔ دور شہر سے باہر جگہ تھی جہاں وہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ کئی دن گزر گئے اور کھانے کو کچھ نہ آیا۔ یہ شاید اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا۔ انہوں نے کہا کہ اب شہر میں چل کر کسی دوست سے کچھ مانگنا چاہیے۔'' بڑے دن ہو گئے ہیں بھوکا رہتے ہوئے۔'' چنانچہ وہ گئے اور ایک دوست سے کہا کہ کچھ کھانے کو دو۔ اُس نے دو تین روٹیاں اور کچھ سالن اوپر ہی ڈال کر دے دیا۔ یہ چل پڑے تو ساتھ ہی اس دوست کا کتا بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ وہ دم ہلاتا جاتا تھا اور پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس بزرگ نے سمجھا کہ اس روٹی میں اس کا بھی حق ہے کیونکہ اس گھر کی نگرانی کرتا ہے'' یہ جس گھر کے مالک سے مَیں روٹی لایا ہوں یہ اس کا کتا ہے اس کا حق ہو گا کیونکہ یہ کتا نگرانی کرتا ہے وہاں۔ گھر کا پہرہ دیتا ہے ''اور اس نے ایک روٹی پر سالن کا تیسرا حصہ ڈال کر اسے ڈال دی'' کہ یہ حق ہے کتے کا اس کو دے دیا۔ تیسرا حصہ جو لے کے آئے تھے مالک سے۔ ''کتے نے وہ کھالی اور پھر پیچھے پیچھے چل پڑا۔ بزرگ نے خیال کیا کہ بے شک اس کا حق زیادہ ہے کیونکہ یہ اس گھر کا محافظ ہے اور ایک روٹی پر سالن کا ایک اَور حصہ ڈال کر اس کے آگے پھینک دی مگر کتا وہ کھا کر بھی پیچھے چل پڑا۔ ادھر اس بزرگ کو خود سخت بھوک لگی ہوئی تھی وہ کہنے لگے کہ تُو بڑا بے حیا ہے۔'' اب کتے سے ہی بات کر رہے ہیں بزرگ کہ ''مَیں تین میں سے دو روٹیاں تجھے دے چکا ہوں مگر پھر بھی پیچھا نہیں چھوڑتا۔ یہ کہنا تھا کہ معاً کشف کی حالت پیدا ہوئی وہ دنیا کی حالت کو بالکل بھول گئے۔ کتے کی روح متمثل ہو کر ان کے سامنے آئی اور کہا کہ تم مجھے بے حیا کہتے ہو حالانکہ مَیں تو کتا ہوں اور تم انسان ہو مجھے سات سات فاقے اس گھر میں آئے اور مَیں نے اس ڈیوڑھی کو نہیں چھوڑا مگر تمہیں تین دن کا فاقہ آیا اور تم چھوڑ کر شہر کو آ گئے۔ بتاؤ بے حیا مَیں ہوں یا تم ہو؟ یہ بات سن کر ان کی آنکھیں کھل گئیں اور تیسری روٹی مع سالن بھی کتے کے آگے پھینک دی۔ جب واپس اپنے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص نہایت پُر تکلف کھانے لئے بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کہاں چلے گئے تھے مَیں انتظار میں تھا۔ تو

توکّل کا مقام یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے اور توکّل کے یہ معنے بھی نہیں ہیں کہ خدا تعالیٰ کی جستجو کرنے والوں کے لئے سامان کرنے منع ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی منع نہیں فرمایا۔ '' سامان بھی کئے جا سکتے ہیں۔''

(خطبات محمود جلد 20 صفحہ 512-511)

اللہ تعالیٰ کا ہر ایک سے سلوک ہے۔ اس بزرگ سے ایک سلوک تھا۔ ان کا امتحان اس طرح اللہ تعالیٰ نے لیا لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اسباب کا استعمال ہونا چاہیے۔ اس بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہے اور اس کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئی جگہ بیان فرمایا ہے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ''میرے نزدیک سب سے بڑے مشرک کیمیا گر ہیں کہ یہ رزق کی تلاش میں یوں مارے مارے پھرتے ہیں اور ان اسباب سے کام نہیں لیتے جو اللہ تعالیٰ نے جائز طور سے رزق کے حصول کے لئے مقرر کئے ہیں اور نہ پھر توکّل کرتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ''(الذاریات:23) ''(کہ آسمان میں ہے تمہارا رزق اور جو کچھ تم وعدہ دیئے جاتے ہو) ہم ایسے مُہوِّسوں'' یعنی جڑی بوٹی سے چاندی سونا بنانے والے کیمیا گر جو نام نہاد ہوتے ہیں آپؑ نے فرمایا کہ ان '' کو ایک کیمیا کا نسخہ بتلاتے ہیں بشرطیکہ وہ اس پر عمل کریں۔'' یونہی کیمیا گری کرتے رہتے ہو کچھ نہیں تمہیں ملا۔ مَیں تمہیں نسخہ بتاتا ہوں اور نسخہ ایسا ہو گا کہ کارآمد بھی ہو گا بشرطیکہ تم اس پہ عمل کرو۔ آپؑ فرماتے ہیں ''خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ''(الطلاق:4-3) اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لیے وہ نجات کی کوئی راہ بنا دیتا ہے اور وہ اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔ ''پس تقویٰ ایک ایسی چیز ہے کہ جسے یہ حاصل ہوا سے گویا تمام جہان کی نعمتیں حاصل ہو گئیں۔ یاد رکھو متقی کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ اس مقام پر ہوتا ہے کہ جو چاہتا ہے خدا اس کے لئے اس کے مانگنے سے پہلے مہیا کر دیتا ہے۔'' آپؑ فرماتے ہیں:

''مَیں نے ایک کشف میں اللہ تعالیٰ کو تمثل کے طور پر دیکھا کہ میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔ بس یہ وہ نسخہ ہے جو تمام انبیاءؑ و اولیاء و صلحاء کا آزمایا ہوا ہے۔ نادان لوگ اس بات کو چھوڑ کر بوٹیوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اتنی محنت اگر وہ ان بوٹیوں کے پیدا کرنے والے کے لئے کرتے'' یعنی بوٹیاں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں ناں۔ اس کو حاصل کرنے کی محنت کرتے، تقویٰ حاصل کرتے ''تو سب من مانی مرادیں پا لیتے۔''

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ 208-207)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے توکّل کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ''حضورؑ دہلی میں گئے۔ جاتے وقت خاص خاص دوستوں کو خط لکھے کہ جس دوست کو خط ملے وہ اگر ہو سکے دہلی پہنچے۔ ہمارا مباحثہ مولوی نذیر حسین دہلوی سے ہو گا۔'' مباحثہ ہونا تھا مولوی نذیر حسین سے۔ ''چنانچہ'' کہتے ہیں ''مَیں بھی دہلی پہنچا۔ وہاں معلوم ہوا کہ مولوی صاحب'' مولوی نذیر حسین '' کا فساد کرنے کا منشاء ہے۔ اب ہم نے امیر علی شاہ سے جو غالباً انسپکٹر پولیس تھے یا کوئی اَور عہدہ دار تھے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا ہم خوب انتظام امن کا رکھیں گے۔'' پولیس کی نفری کافی تعداد میں بھیج دوں گا تم فکر نہ کرو کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہوتا۔'' غرض جس دن مباحثہ ہونا تھا میں اور چوہدری نواب خان امیر علی شاہ کے پاس گئے مگر انہوں نے کہا افسوس ہے ہم کچھ انتظام نہیں کر سکتے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر سے عرض کر دی کہ مولوی لوگ روز بحث کرتے ہیں کیا آپ روزان معمولی باتوں کا انتظام کریں گے؟'' بڑی بڑی نفری بھیجیں گے پولیس کی۔ ''چنانچہ انہوں نے کہہ دیا کہ انتظام کی کوئی ضرورت نہیں ہے'' ڈپٹی کمشنر نے۔ ''ہم مجبور ہیں'' پولیس انسپکٹر نے کہا ہم مجبور ہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ''اس طرح باتوں میں دیر لگ گئی۔ مَیں نے نواب خان سے کہا چلو وقت ہو گیا ہے حضرت صاحب تو ہمارا انتظار نہ کریں گے۔ وقت پر مکان مباحثہ پر پہنچ جائیں گے۔ ہم جلدی جلدی وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ حضرت صاحب گاڑی پر سوار ہو رہے ہیں۔ عرض کیا گیا انتظام پولیس کا نہیں ہے'' جس طرح انتظام یہ چاہتے تھے وہ نہیں تھا۔ ویسے تھوڑی بہت پولیس تو تھی وہاں۔ ''آپؑ نے فرمایا ہمیں کیا پرواہ'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا مجھے کیا پرواہ ہے۔

''ہمارا انتظام خدا کرے گا۔ ہم ضرور جائیں گے۔ رُک نہیں سکتے۔

آپؑ وہاں پہنچے۔ حضورؑ کے ساتھ گیارہ آدمی ایک لڑکا غرضیکہ صرف بارہ آدمی تھے۔

ادھر مخالف لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے اور فساد کا بھی سخت اندیشہ تھا مگر حضورؑ کے چہرہ پر ذرہ بھی خوف یا ملال نہ معلوم ہوتا تھا۔ آپؑ بہادروں کی طرح ان کے درمیان جا پہنچے۔ کسی مخالف کی کوئی شرارت نہ چلی۔ خدا نے ہر شریر کی شرارت سے حضورؑ کو بچایا۔''

(سیرت احمد از قدرت اللہ سنوری صاحبؓ صفحہ 9-8)

آپؑ کو اللہ تعالیٰ پر مکمل توکّل تھا۔ بھروسہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ پر تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ

'' مومن کا کام اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنا ہوتا ہے۔ کام تو خدا تعالیٰ کرتا ہے لیکن ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم وہی کچھ کریں، ہم وہی کچھ سوچیں اور ہم وہی کچھ کہیں جو خدا تعالیٰ نے کہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آتھم کے متعلق پیشگوئی فرمائی اور پیشگوئی کی میعاد گزر گئی۔'' آپؓ، مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ ''مَیں اس وقت چھ سات سال کی عمر کا تھا۔ مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے...۔'' حضرت مصلح موعودؓ نے تفصیل سے کمروں وغیرہ کا نقشہ بھی کھینچا ہے کہ کہاں کہاں بیٹھے تھے، کس طرح اور کون کون سے کمرے اس وقت کس استعمال ہوتے تھے، بعد میں کہاں استعمال ہوتے تھے۔ بہر حال تفصیل بیان کرنے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ ''مجھے خوب یاد ہے کہ مَیں چھوٹا سا تھا کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا وقت پورا ہوا۔ غالباً یہ 1894ء کے آخر یا 1895ء کے شروع کی بات ہے مَیں اس وقت ساڑھے پانچ یا چھ سال کا تھا۔ ابھی تک وہ نظارہ مجھے یاد ہے۔ اس وقت تو مَیں اسے نہیں سمجھتا تھا کیونکہ میری عمر بہت چھوٹی تھی لیکن اب واقعات سے مَیں سمجھتا ہوں کہ جس دن آتھم کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا آخری دن تھا یعنی پندرہ مہینے ختم ہونے تھے اس دن اتنا کہرام مچا ہوا تھا کہ لوگ رو رو کر چیخیں مار رہے تھے اور دعا کرتے تھے کہ خدایا! آتھم مر جائے۔ یہ عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے کی بات ہے۔ پھر نماز کا وقت ہوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد آپؑ مجلس میں بیٹھ گئے۔ گو اس عمر میں مَیں باقاعدہ مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تھا لیکن کبھی کبھی مجلس میں بیٹھ جاتا تھا۔ اس دن مَیں بھی مجلس میں بیٹھ گیا۔ اس دن جو لوگ رو رو کر دعائیں کرتے رہے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے فعل پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کیا خدا تعالیٰ سے بھی بڑھ کر کسی انسان کو اس کے کلام کے لئے غیرت ہو سکتی ہے؟ خدا تعالیٰ نے جب یہ بات کہی ہے کہ ایسا ہو گا تو ہمیں ایمان رکھنا چاہیے کہ ایسا ضرور ہو گا اور اگر ہم نے خدا تعالیٰ کی بات کو غلط سمجھا ہے'' ہو سکتا ہے کچھ اَور مطلب ہو ''تو خدا تعالیٰ اس بات کا پابند نہیں ہو سکتا کہ وہ ہماری غلطی کے مطابق فیصلہ کرے۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ جب ہم نے ایک شخص کو راستباز مان لیا ہے تو اس کی باتوں پر یقین رکھیں۔'' جب تم نے مجھے مسیح موعودؑ مان لیا تو باتوں پر یقین رکھو۔ کس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے کام کرنا ہے، وہ اللہ کا فعل ہے۔ ''غرض

مومن کا کام یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ پر توکّل کرے۔ خدا تعالیٰ کی بات بہر حال پوری ہو کر رہتی ہے۔''

(خطبات محمود جلد 30 صفحہ 110-109)

کس طریقے سے ہوتی ہے یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ''منشی ظفر احمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ آتھم کے مباحثہ میں آتھم نے ایک دفعہ ایسے سوالات کئے کہ ہمارے بعض احباب گھبرا گئے کہ ان کا جواب فوراً نہیں دیا جا سکتا اور بعض احباب نے ایک کمیٹی کی'' یعنی میٹنگ کی، اکٹھے ہو گئے ''اور قرآن شریف اور انجیل کے حوالہ سے چاہا کہ حضرت صاحب کو امداد دیں'' کچھ حوالے پیش کریں۔ کہتے ہیں ''مَیں نے مولوی عبد الکریم صاحب کو مزاحاً کہا۔'' منشی ظفر صاحبؓ نے ''کہ کیا نبوتیں بھی مشورہ سے ہوا کرتی ہیں۔'' اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ضرورت ہو گی تو آپ ہی حوالے مانگ لیں گے۔ تم لوگوں کو جا کے دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ''اتنے میں حضرت صاحبؑ تشریف لے آئے اور حضورؑ کچھ باتیں کر کے جانے لگے تو مولوی عبد الکریم صاحب مرحومؓ نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ اگر کل کے جواب کے لئے مشورہ کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔'' مشورہ کر لیں کس کس طرح جواب دینا ہے، حوالے اکٹھے کر لیں۔ ''اس پر حضرت صاحبؑ نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ آپ کی دعا کافی ہے۔'' آپ دعا کریں بس یہی کافی ہے ''اور فوراً تشریف لے گئے...'' حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

''انبیاء اکثر امور میں مشورہ لیتے ہیں اور ان سے بڑھ کر کوئی مشورہ نہیں لیتا مگر بعض ایسے اوقات ہوتے ہیں کہ جن میں وہ دوسرے واسطوں کو چھوڑ کر محض خدا کی امداد پر بھروسہ کرنا پسند کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں مشورہ کا بھی موقعہ اور محل ہوتا ہے اور کسی دشمن کی طرف سے علمی اعتراض ہونے پر انبیاء عموماً محض خدا کی نصرت پر بھروسہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس موقعہ پر خدا نے عیسائیوں کو ذلیل کیا۔''

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ سوم صفحہ 523 روایت نمبر 515)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ''مَیں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب زلزلہ کے الہامات کی وجہ سے باغ میں تشریف لے گئے تو ایک دن آپ نے گھر میں حضرت اماں جانؓ سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ روپیہ بالکل نہیں رہا۔ ہمارا خیال ہے کہ بعض دوستوں سے قرض لے لیا جائے مگر پھر آپؑ نے فرمایا کہ یہ بھی توکّل کے خلاف ہے'' کہ مَیں لوگوں سے قرض لوں۔ ''اس کے بعد آپؑ مسجد میں گئے اور نماز

ہوئی۔ جب واپس آئے تو آپؑ نے ایک پوٹلی نکالی اور اس کو کھولا اور پھر اسے دیکھ کر فرمانے لگے۔ (مَیں بھی اس وقت پاس ہی کھڑا تھا)'' حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں مَیں پاس ہی کھڑا تھا جب آپؑ نے جیب سے پوٹلی نکالی اور کھولی ''کہ جب مَیں نماز کے لئے باہر گیا تو ایک غریب آدمی جس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اس نے یہ پوٹلی ہماری جیب میں ڈال دی اور چونکہ یہ بوجھل تھی مَیں نے سمجھا کہ اس میں پیسے وغیرہ ہوں گے'' سکّے ہوں گے '' مگر جب گھر آ کر مَیں نے اس پوٹلی کو کھولا تو اس میں سے روپے اور نوٹ نکلے۔ پھر آپؑ نے ان روپوں اور نوٹوں کو گنا تو وہ چار پانچ سو کے قریب نکلے آپؑ نے فرمایا

اگر ہم قرض لیتے تو یہ توکّل کے خلاف ہوتا۔ اِدھر ہمیں ضرورت پیش آئی اور اُدھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے ذریعہ سے روپیہ بہم پہنچا دیا جس کا ہمیں وہم اور خیال بھی نہیں تھا۔''

(خطبات محمود جلد 30 صفحہ 321)

پھر حضرت مصلح موعودؓ ایک اَور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ زکوٰۃ کے متعلق کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا زکوٰۃ کے متعلق دو حکم ہیں۔ ایک تمہارے لئے اور ایک میرے لئے۔ تمہارے لئے تو یہ حکم ہے کہ چالیس پر ایک روپیہ زکوٰۃ دو۔'' چالیس روپیہ پر ایک روپیہ دے دو۔ چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے ''لیکن میرے لئے یہ حکم ہے کہ چالیس پر 41 روپے دوں۔ اس نے کہا یہ فرق کیوں؟'' کہ ایک پوری رقم بھی دے دیں اور ایک روپیہ زائد بھی آپ دے دیں؟'' فرمانے لگے مجھے خدا تعالیٰ نے توکّل کے مقام پر کھڑا کیا ہے اور تجھے تدبیر کے مقام پر۔ تم اگر مال جمع کرو تو تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ چالیس پر ایک روپیہ دو لیکن میں چونکہ توکّل کے مقام پر ہوں اس لئے اگر میرے پاس چالیس روپے جمع ہو جائیں تو اس لئے 41 دوں کہ مجھے جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے اور جمع کرنے پر مجھے ایک روپیہ زائد جمع شدہ سے جرمانہ دینا چاہیے۔''

(خطبات شوریٰ جلد 1 صفحہ 465)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ

''آپؑ کو اپنے بھیجنے والے خدا کی نصرت پر کامل بھروسہ تھا کہ جو پودا اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے وہ اسے کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔

چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

اے آنکہ سوئے من بدَوِیدی بصَد تبَر
از باغباں بترْس کِہ مَن شاخِ مُثْمِرَمْ

یعنی اے وہ جو میری طرف غصہ سے بھرا ہوا سو خنجر لے کر بھاگا آتا ہے! تُو آسمانی باغبان سے ڈر کہ مَیں اس کے اپنے ہاتھ کا لگایا ہوا پھل دینے والا پودا ہوں۔

جماعت احمدیہ کے نوجوانوں اور مقامی جماعتوں کے امیروں اور انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے عہدیداروں اور سب سے بڑھ کر جماعت کے مبلّغوں اور مربیوں اور مرکزی کارکنوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس غیر معمولی صبر اور استقلال اور اس غیر معمولی عزم اور اس غیر معمولی توکّل سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اگر وہ بھی صبر و ثبات سے کام لیں گے اور خدا کے بندے بن کر رہیں گے اور اپنے آپ کو ثمر دار پودے بنائیں گے تو خدا تعالیٰ ان کی بھی اسی طرح حفاظت کرے گا اور ان کے لئے بھی اسی طرح غیرت دکھائے گا جس طرح کہ وہ ہمیشہ سے اپنے نیک بندوں کے لئے دکھاتا چلا آیا ہے۔''

(سیرت طیبہ از مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 97-96)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غیر معمولی توکّل اور حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ یعنی حضرت خلیفہ اولؓ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفقت

کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ اپنی تصنیف ''سیرت مسیح موعودؑ'' میں لکھتے ہیں کہ ''ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کا عربی حصہ لکھ رہے تھے حضور نے مولوی نور الدینؓ صاحب خلیفہ اوّل کو ایک بڑا دو ورقہ اس زیر تصنیف کتاب کے مسودہ کا اس غرض سے دیا کہ فارسی میں ترجمہ کرنے کے لئے مجھے پہنچا دیا جائے۔'' ان کو جو واقعہ بیان کر رہے ہیں فرمایا کہ واقعہ مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ کو فارسی میں ترجمہ کرنے کے لیے پہنچا دیا جائے۔ حضرت خلیفہ اولؓ کو یہ دو صفحے دیے۔ تو '' وہ ایسا مضمون تھا کہ اس کی خداداد فصاحت و بلاغت پر حضرت کو ناز تھا'' کہ اللہ تعالیٰ نے بہت اعلیٰ مضمون سمجھایا ہے '' مگر مولوی صاحب سے یہ دو ورقہ کہیں گر گیا۔'' یہ کاغذ تھے دو صفحے، کہیں گر گئے۔ '' چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے ہر روز کا تازہ عربی مسودہ فارسی ترجمہ کے لئے ارسال فرمایا کرتے تھے اس لئے اس دن غیر معمولی دیر ہونے پر مجھے طبعاً فکر پیدا ہوئی اور مَیں نے مولوی نور الدین صاحبؓ سے ذکر کیا کہ آج حضرت کی طرف سے مضمون نہیں آیا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور دیر ہو رہی ہے معلوم نہیں کیا بات ہے۔'' مولوی عبد الکریم صاحبؓ کہتے ہیں کہ '' یہ الفاظ میرے منہ سے نکلنے تھے کہ مولوی نور الدین صاحبؓ کا رنگ فَق ہو گیا کیونکہ یہ دو ورقہ مولوی صاحب سے کہیں گر گیا تھا۔ بے حد تلاش کی مگر مضمون نہ ملا اور مولوی صاحب سخت پریشان تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اطلاع ہوئی تو حسب معمول ہشاش بشاش مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا یا گھبراہٹ کا اظہار کرنا تو درکنار الٹا اپنی طرف سے معذرت فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کو مسودہ کے گم ہونے سے ناحق تشویش ہوئی۔ مجھے مولوی صاحب کی تکلیف کی وجہ سے بہت افسوس ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گمشدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطا فرما دے گا۔'' لکھتے ہیں کہ

''اس لطیف واقعہ سے ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کے غیر معمولی جذبہ شفقت اور دوسری طرف اپنے آسمانی آقا کی نصرت پر غیر معمولی توکّل پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

غلطی حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ سے ہوئی تھی کہ ایک قیمتی مسودہ کی پوری حفاظت نہیں کی اور اسے ضائع کر دیا مگر حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت کا یہ مقام ہے کہ خود پریشان ہوئے جاتے ہیں اور معذرت فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کو مسودہ گم ہونے سے اتنی تکلیف ہوئی ہے اور پھر

توکّل کا یہ مقام ہے کہ ایک مضمون کی فصاحت و بلاغت اور اس کے معنوی محاسن پر ناز ہونے کے باوجود اس کے کھوئے جانے پر کس استغناء کے رنگ میں فرماتے ہیں کہ کوئی فکر کی بات نہیں خدا ہمیں اس سے بہتر مضمون عطا فرما دے گا!! یہ شفقت اور یہ توکّل اور یہ تحمل خدا کے خاص بندوں کے سوا کسی اَور میں پایا جانا ممکن نہیں۔''

(سیرت طیبہ از مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 56-55)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: '' قرآن شریف میں صحابہؓ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا ہے۔ هُوَالَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ (الانفال:64-63) وہ خدا جس نے اپنی نصرت سے اور مومنوں سے تیری تائید کی اور ان کے دلوں میں ایسی الفت ڈالی کہ اگر تُو ساری زمین کے ذخیرے خرچ کرتا تو بھی ایسی الفت پیدا نہ کر سکتا لیکن خدا نے ان میں یہ الفت پیدا کر دی وہ غالب اور حکمتوں والا خدا ہے۔'' آپؑ فرماتے ہیں:

''جس خدا نے پہلے یہ کام کیا وہ اب بھی کر سکتا ہے۔ آئندہ بھی اسی پر توکّل ہے۔ جو کام ہونے والا ہوتا ہے اس میں خدا کے فضل کی روح پھونکی جاتی ہے۔

جیسا کہ باغبان اپنے باغ کی آبپاشی کرتا ہے تو وہ تر و تازہ ہوتا ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ اپنے مرسلین کے سلسلہ کو ترقی اور تازگی عطا فرماتا ہے جو فرقے صرف اپنی تدبیر سے بنتے ہیں ان کے درمیان چند روز میں ہی تفرقے پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ برہمو تھوڑے دن تک ترقی کرتے کرتے آخر رک گئے اور دن بدن نابود ہوتے جاتے ہیں کیونکہ ان کی بنا صرف انسانی خیال پر ہے۔

ہماری جماعت کے متعلق خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے وعدے ہیں۔ کوئی انسانی عقل یا دور اندیشی یا دنیوی اسباب ان وعدوں تک ہم کو نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی سب اسباب مہیا کر دے گا تب یہ کام انجام کو پہنچے گا۔

اگر بالفرض ہماری جماعت کی تعداد بیس پچیس لاکھ تک پہنچ کر ٹھہر جائے تو پھر بھی کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں اتنی تعداد تو سکھوں کی بھی ہے۔

ہم تو چاہتے ہیں کہ ساری دنیا اس جماعت سے بھر جائے اور یہ انسان کا کام نہیں۔ انسان کی زندگی کا تو ایک دم کا اعتبار نہیں۔ وہ کیا کر سکتا ہے؟ لیکن خدا سب کچھ کر سکتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 199-198، ایڈیشن 2022ء)

اتنی تعداد ہو بھی جائے تو اس تعدادوں پہ فخر والی بات کوئی نہیں۔ اصل چیز تو یہ ہے کہ ہم نے دنیا کو پیغام پہنچانا ہے اور سب دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لے کے آنا ہے اور یہ انسانی کوششوں سے بہر حال نہیں ہو سکتا اور یہ اللہ کے فضل سے ہی ہو گا اور اللہ کا فضل اس پر کامل ایمان سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ '' ایک دفعہ مولوی عبد القادر صاحب مرحوم نے سوال کیا کہ حضورؑ نشان نمائی کے لئے کوئی میعاد مقرر فرما دیتے ہیں'' کہ یہ نشان اتنے عرصے میں ظاہر ہو گا'' کبھی سال کی کبھی چھ مہینہ کی۔ کیا یہ آپ الہام الٰہی کے ماتحت کر سکتے ہیں یا اس کی آپ کو اجازت ہے کہ جس قدر چاہیں میعاد مقرر فرما دیں۔ فرمایا نہیں!

مجھے خدا تعالیٰ پر ایسا یقین اور کامل بھروسہ ہے کہ مَیں بذریعہ دعا خدا تعالیٰ سے وہ نشان میعاد کے اندر ظاہر کروا لیتا ہوں۔''

(روایات اصحاب احمد جلد 1 صفحہ 211)

یہ توکّل ہے اور یہ بھروسہ ہے۔

حضرت میاں عبد اللہ صاحب سنوریؓ کے بیمار ہونے پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں یہ خط لکھا جس میں **دعا اور دوا کے ساتھ ساتھ توکّل کی نصیحت** کرتے ہوئے لکھا کہ '' آپ کا ایک نہایت دردناک خط پہنچا۔ درحقیقت اس قدر غم اور صدمہ جو چاروں طرف سے آپ کے دل کو گھیر رہا ہے یہ خدا تعالیٰ کا بڑا امتحان ہے۔ خدا کرے جو آپ اس امتحان میں صادق نکلیں۔ مَیں نے اس خط کے لکھنے سے پہلے جنابِ الٰہی میں بہت دعا کی ہے اگر تقدیر مبرم'' یا نہ ٹلنے والی تقدیر ''نہ ہو تو قبول ہونے کی امید ہے۔ مجھے اب تک آپ نے پتہ نہیں دیا کہ مرض کی کیا حالت ہے'' مرض کی تفصیل آپؑ نے پوچھی ہے '' کیا دست تو نہیں آتے؟ بدن تو بہت لاغر نہیں؟ کس درجے پر بخار معلوم ہوتا ہے؟'' یہ پتہ ہے ''اور بخار کو کتنے دن ہو گئے ہیں؟'' آپؑ نے پھر فرمایا کہ ''اور مَیں ایک نسخہ اس خط کے ہمراہ بھیجتا ہوں... بلا توقف کھانا شروع کر دیں اور دل برداشتہ نہ ہوں۔ خدا سب چیز پر قادر ہے۔'' پھر آگے آپؑ لکھتے ہیں کہ ''دو تین ماہ کی مدت ہوئی میرا لڑکا مبارک احمد جو اس کی والدہ کو بہت ہی پیارا تھا تپ سے فوت ہوا ہے'' بخار ہوا اس کو۔ فوت ہو گیا۔ '' اس کے انتقال کے قریب وقت میں مَیں نے ان کو کہہ دیا'' یعنی والدہ کو بچے کی '' کہ دیکھو اب یہ لڑکا مرنے والا ہے اور ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ جو مارنے والا ہے وہ مرنے والے سے ہمیں زیادہ پیارا ہے اور یہی طریق ایمان کامل کا ہے کہ صرف یہ کہو کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ خدا کی امانت تھی خدا نے لے لی۔ سو انہوں نے لڑکے کی موت کے وقت ایسا ہی کہا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر کوئی مر جائے تو یہ غیر معمولی بات نہیں ہم بھی تو ہمیشہ کے لئے اس دنیا میں نہیں رہیں گے۔ خدا کے نزدیک انہیں کو مراتب ملتے ہیں جو اس چند روزہ زندگی میں تلخی دیکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ اگر خوش ہوتا ہے تو بدل عطا کرتا ہے۔ ہرگز ہرگز طریق عوام نہیں اختیار کرنا چاہیے۔'' کہ لوگوں نے جو طریق اختیار کیا ہے وہ نہیں ہے۔ صبر کرو، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں پھر اپنے انعامات سے نوازتا ہے۔ ''خدا جس سے پیار کرتا ہے اس کو کوئی مصیبت بھی بھیجتا ہے۔ سو نہایت استقلال سے خدا تعالیٰ پر توکّل

کرو اور اس سے نو امید مت ہو اور مجھے اطلاع دیتے رہیں۔ والسلام‘‘
(مکتوبات احمد جلد 3 صفحہ 243، مکتوب نمبر 777)

ذکرِ حبیب میں ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ’’مفتی محمد صادق صاحب کو فرمایا: جبکہ انہوں نے مسٹر وَیب‘‘ مکمل نام الیگزینڈر رسل ویب (Alexander Russell Webb)‘‘ کا ایک خط سنایا کہ ان کو لکھ دو کہ عمر گذر جاتی ہے جو کرنا ہے اب کرلو۔ دن بدن قویٰ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ دس برس پہلے جو قویٰ تھے وہ آج کہاں ہیں۔ گذشتہ کا حساب کچھ نہیں۔ آئندہ کا اعتبار نہیں۔ جو کچھ کرنا ہو آدمی کو موجودہ وقت کو غنیمت سمجھ کر کرنا چاہیے۔‘‘ ایک انگریز تھے ان کو خط لکھا تھا۔ ’’اب اسلام کی خدمت کرلو۔ اوّل واقفیت پیدا کرو کہ ٹھیک اسلام کیا ہے۔‘‘ اسلام سیکھو۔ پھر اس کی خدمت کرو۔

’’اسلام کی خدمت جو شخص درویشی اور قناعت سے کرتا ہے وہ ایک معجزہ اور نشان ہو جاتا ہے۔ جو جمعیت کے ساتھ کرتا ہے اس کا مزا نہیں آتا کیونکہ توکّل علی اللہ کا پورا لطف نہیں رہتا۔ اور جب توکّل پر کام کیا جائے اللہ مدد کرتا ہے اور یہ باتیں روحانیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب روحانیت انسان کے اندر پیدا ہو تو وہ وضع بدل دیتا ہے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح صحابہؓ کی وضع بدل دی۔ یہ سارا کام اس کشش نے کیا جو صادق کے اندر ہوتی ہے۔

یہ خیالات باطل ہیں کہ کئی لاکھ روپیہ ہو تو کام چلے۔ خدا پر توکّل کر کے جب ایک کام شروع کیا جائے اور اصل غرض اس سے دین کی خدمت ہو تو وہ خود مددگار ہو جاتا ہے اور سارے سامان اور اسباب بہم پہنچا دیتا ہے۔‘‘

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ 262-261)

اس لیے آپ فکر نہ کریں کہ مالی کمزوری یا فلاں ہے۔ اللہ پہ توکّل کرو اور کام کرو اور اسلام کی جو خدمت کر سکتے ہو کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’ اصل میں توکّل ہی ایک ایسی چیز ہے کہ انسان کو کامیاب و بامراد بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق:4) جو اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتا ہے اللہ اس کو کافی ہو جاتا ہے بشرطیکہ سچے دل سے توکّل کے اصلی مفہوم کو سمجھ کر صدق دل سے قدم رکھنے والا ہو اور صبر کرنے والا اور مستقل مزاج ہو۔ مشکلات سے ڈر کر پیچھے نہ ہٹ جاوے۔ دنیا گذشتنی‘‘ ہے یعنی گزرنے والی ہے ’’اور گذاشتنی ہے‘‘ یعنی اس چھوڑ دینے کے لائق ہے ’’اور اس کے کام بھی ایسے ہی ہیں۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اس کا غم کم کرے۔‘‘ دنیا کا غم کم کرے ’’اور آخرت کی فکر زیادہ رکھے۔ اگر دین کے غم انسان پر غالب آجاویں تو دنیا کے کاروبار کا خود خدا متکفّل ہو جاتا ہے۔...‘‘ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نکتہ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’افسوس ہے بڑے بڑے حوادث روز ہو رہے ہیں مگر لوگ ہیں کہ توجہ نہیں کرتے۔ پروا نہیں کرتے۔ حضرت موسیٰؑ کے کافر ہی اچھے تھے کہ جب ان پر عذاب نازل ہوتے تھے تب تو توجہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ ٹل جاوے تو مان لیں گے مگر آج کل کے کافر ان سے بھی زیادہ سخت جان ہیں کہ نت نئے عذاب آتے ہیں۔ نئی نئی صورت میں خدا کا قہر نازل ہوتا ہے مگر یہ ہیں کہ کان پر جُوں نہیں چلتی‘‘ پھر آپؑ نے مثال دی ہے کہ ’’دیکھو ایک طاعون نے ہی کیسے کیسے خطرناک حملے کئے۔ کیسی کیسی جانگداز تباہیاں واقع ہوئی ہیں کہ ان کا ذکر سننے سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر کسی پر اثر نہیں ہوا۔ وہ لوگ تھے کہ ایسے اوقات میں حضرت موسیٰؑ سے دعا کرایا کرتے تھے مگر یہ لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کوئی نہیں معمولی بات ہے۔ ایسا ہوا ہی کرتا ہے اور ایسے عذاب آیا ہی کرتے ہیں۔‘‘ آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ کا قدیم سے یہ وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں طرح طرح کے عذاب آویں گے۔ اس وقت بعض ہدایت پا جاویں گے اور اکثر ہلاک ہوں گے۔‘‘ عذاب آرہے ہیں، ضروری نہیں کہ سارے ہدایت پا جائیں۔ فرمایا کہ وعدہ تھا بعض ہدایت پائیں گے اور اکثر ہلاک ہو جائیں گے۔ ’’نشان تو خدا دکھاتا ہے مگر نشان سے بھی فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو مومن ہوتے ہیں اور وہ قلیل ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 213-212، ایڈیشن 2022ء)

وہ تھوڑے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیاداروں کو عقل دے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے ہوں اور ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ماننے والے ہیں ہمیں ایمان و یقین میں بڑھائے اور دعاؤں کے ساتھ توکّل کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے والے بھی ہوں اور اس میں بڑھنے والے بھی ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل ۳۰/ اکتوبر ۲۰۲۶ء، صفحہ ۱ تا ۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’سچی خوشحالی اور راحت تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور تقویٰ پر قائم ہونا گویا زہر کا پیالہ پینا ہے‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 90۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 بینگولین کلکتہ 70001) دوکان: 5222-2248 رہائش: 8468-2237

بقیہ از صفحہ نمبر 2: پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہو کر وہ تحفہ نہیں جو خدا تعالیٰ کو پیش کرنے کے لائق ہو۔ آپ کو اپنے نفس کی قربانیاں دینی ہوں گی، اپنی عبادتوں کے معیار بڑھانے ہوں گے اور تمام وہ اعمال بجالانے ہوں گے جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

ہر احمدی عورت اور بچی کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے اعمال صرف اس پر ہی اثر انداز نہیں ہو رہے بلکہ آئندہ نسلوں کی اٹھان بھی ان کے عمل کے زیر اثر ہو رہی ہے۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ کسی بھی قوم میں عورت کا کردار قوم کو بنانے میں انتہائی اہم ہے۔ اگر آپ اپنی ذمہ داریاں سمجھنے والیاں ہوں گی تو اپنی اولادوں کی صحیح نگرانی کریں گی اور اس کے لئے آپ نے اپنے پاک نمونے قائم کرنے ہیں۔ بعض ماں باپ اس بات کو معمولی سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ نمازیں نہ پڑھیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ قرآن نہ پڑھایا تو کیا فرق پڑتا ہے۔ جماعتی کارکنان اور عہدیداران کے متعلق گھر میں بیٹھ کر بچوں کے سامنے باتیں کرلیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ رشتوں کے تقدس کا خیال نہ رکھا تو کیا فرق پڑتا ہے حالانکہ یہی باتیں بچوں کے ذہنوں سے رشتے داروں اور جماعتی خدمتگاروں کا احترام ختم کر دیتی ہیں۔ یہی باتیں ہیں جو نمازوں اور قرآن پر توجہ میں کمی پیدا کرتی ہیں اور پھر بچوں کو بے دین بنا دیتی ہیں۔

تربیت کے لئے بچوں کی ابتدائی زندگی میں ماؤں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ بچے کو بچپن سے لاڈ پیار میں بگاڑنا نہیں چاہیے۔ اس وقت اس کے دل میں نظام جماعت کی محبت اور خدا تعالیٰ کی محبت ڈالنی چاہیے. اس وقت اپنے عمل سے اور دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے ہوئے بچے کی تربیت پر بہت زور دینا چاہیے.

یاد رکھیں مائیں ہی ہیں جو بچوں کی قسمت بدلا کرتی ہیں بلکہ بچوں کے زیر اثر دوسروں کی قسمت بھی بدل جاتی ہے. عورت ہی ہے جو ولی اللہ بھی پیدا کرتی ہے اور ڈاکو بھی پیدا کرتی ہے. دیکھیں وہ ماں ہی تھی جس نے اپنے معصوم بچے کو سفر پر بھیجتے ہوئے یہ نصیحت کی تھی کہ بچے جو چاہے حالات گزر جائیں جھوٹ نہ بولنا. جب ڈاکو نے بچے کو گھیرا اور اس سے پوچھا تمہارے پاس کیا ہے تو اس نے صاف صاف بتا دیا کہ اتنی اشرفیاں میری قمیض کے اندر سلی ہوئی ہیں. ڈاکوؤں کے سردار نے کہا تم ہم سے چھپا سکتے تھے کیونکہ ہم تمہیں بچہ سمجھ کر یہ توقع نہیں رکھتے تھے کہ تمہارے پاس بھی کچھ ہو گا. لیکن بچے نے اُس نیک ماں کی تربیت کی وجہ سے کیا خوبصورت جواب دیا کہ میری ماں نے کہا تھا کہ بچے کبھی جھوٹ نہ بولنا، اگر آج پہلے امتحان پر ہی میں جھوٹ بولنے والا بن گیا تو میری ماں نے جو مجھ پر محنت کی ہے اسے ضائع کرنے والا بنوں گا. یہ سن کر ڈاکوؤں کا سردار دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور توبہ کر کے اللہ کے عبادت گزاروں میں بن گیا۔

پس نیک تربیت اور نیک نمونہ دونوں ضروری ہیں. جب یہ دونوں ہوں گے تو آپ اپنی عاقبت بھی سنوارنے والی ہوں گی اور آپ کی اولاد بھی آپ کے لئے قرۃ العین ہو گی. اللہ تعالیٰ آپ کو میری ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

جلسہ سالانہ کی اہمیت اغراض و مقاصد اور برکات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 341)

نیز فرماتے ہیں: ’’اس جلسہ سے مدّعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کرلیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زُہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبّت اور مؤاخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راست بازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمّات کے لئے سرگرمی اختیار کریں‘‘۔

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

(نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

ارشاد باری تعالیٰ

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

(الفرقان:31)

ترجمہ: اور رسول کہے گا اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔

طالب دعا: سید عارف احمد، والد و والدہ مرحومہ اور فیملی و مرحومین (ننگل باغبانہ، قادیان)

ارشاد باری تعالیٰ

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا

(البقرۃ:۳۳)

یعنی اے خداوند بزرگ ہمیں کچھ علم نہیں مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھایا

طالب دعا: (Dr. Atiya (France

خطبہ جمعہ

’’جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا، کوئی عمارت نہ بنائی، کوئی بارگاہ طیار نہ ہوئی، کوئی سامان شاہانہ عیش وعشرت کا تجویز نہ کیا گیا، کوئی اَور ذاتی نفع نہ اٹھایا بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبر گیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

سادہ اور تکلّف سے پاک زندگی گزارنے والے کی تو دنیاوی خواہشات ہوتی ہی نہیں اور جو دنیاوی ضروریات کی چیزیں ہیں وہ خود اللہ تعالیٰ مہیا کر دیتا ہے

یہ سادگی کا وہ اظہار ہے جو آپؐ کے عظیم اُسوے سے ہر وقت ظاہر ہوتا ہے۔جس کا اظہار مختلف موقعوں پر آپؐ کی زندگی میں ہمیں نظر آتا ہے اور آپؐ کی مومنوں کو بھی یہ نصائح ہیں کہ اپنے آپ کو سادہ رکھو اور تکلّفات سے پاک کرو کیا تم نہیں سنتے۔کیا تم نہیں سنتے۔

یقیناً سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ یقیناً سادگی ایمان کا حصہ ہے (ارشاد نبوی ﷺ)

آج کل تو دنیاوی چیزوں کی اس قدر لالچ ہے کہ مختلف طریقوں سے لالچ دیے جاتے ہیں کہ انسان کی سوچوں میں صرف یہی چیز بسنے لگ گئی ہے کہ دنیا ہی دنیا ہے۔ ایسے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر چلنے والے ہوں گے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے ہوں گے

اپنی پوری توجہ اور محنت سے کام کرنا اور پھر سادہ زندگی گزارنا اور قناعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا یہ ایک مومن کا شیوہ ہے جو اس کے ایمان میں بھی اضافہ کرتا ہے۔محنت اور اپنی صلاحیتوں کا پورا استعمال بھی مومن کا خاصّہ ہے۔ یہ بھی ایمان کی ایک شق ہے

’’آپؐ کی رہائش کی سادگی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ حضرت عائشہؓ نے آپؐ کی وفات کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں کئی دفعہ صرف پانی اور کھجور پر ہی گزارہ کرنا پڑتا تھا یہاں تک کہ جس دن آپؐ کی وفات ہوئی اس دن بھی ہمارے گھر میں سوائے کھجور اور پانی کے کھانے کے لئے اَور کچھ نہیں تھا‘‘ (حضرت مصلح موعودؓ)

مجھے دنیا سے کیا تعلق۔ مَیں تو دنیا میں صرف ایک سوار کی طرح ہوں جو ایک درخت کے نیچے سائے میں ٹھہرا پھر وہ روانہ ہو جاتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے (ارشاد نبوی ﷺ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اموال کی تقسیم میں ایسے محتاط تھے کہ باوجود اس کے کہ حضرت فاطمہؓ کو ایک خادم کی ضرورت تھی اور چکی پیسنے سے آپؓ کے ہاتھوں کو تکلیف ہوتی تھی مگر پھر بھی آپؐ نے ان کو خادم نہ دیا بلکہ دعا کی تحریک کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ کیا۔... کیا دنیا کسی بادشاہ کی مثال پیش کر سکتی ہے جو بیت المال کا ایسا محافظ ہو۔ اگر کوئی نظیر مل سکتی ہے تو صرف اسی پاک وجود کے خدّام میں سے، ورنہ دوسرے مذاہب اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتے (حضرت مصلح موعودؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر میں ایک بادشاہ تھے۔ اس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس بادشاہت سے حضورؐ نے دنیاوی فوائد کیا حاصل کیے؟... غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہت سے دنیاوی فائدہ کوئی بھی حاصل نہیں کیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام تر زندگی میں لوگوں کے لیے قربانی ہی پیش کی۔حضور نے ممالک مفتوحہ اور جائیدادوں کو اپنا ہرگز قرار نہیں دیا (حضرت مصلح موعودؓ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان تھے۔ اپنے کپڑے خود صاف کر لیتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنا کام خود کرتے تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہی کام کرتے تھے جو دوسرے لوگ کرتے تھے اور تواضع اختیار کرتے تھے۔ کاموں میں ان کی مدد بھی فرماتے تھے تا کہ لوگوں کو عاجزی اختیار کرنے اور تکبّر اور بڑائی سے بچنے کی عملی تعلیم دیں

آپؐ کس سادگی کی زندگی بسر فرماتے تھے اور بادشاہت کے باوجود آپؐ کے گھر کا کام کاج کرنے والا کوئی نوکر نہ ہوتا بلکہ آپؐ اپنے خالی اوقات میں خود ہی اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ مل کر گھر کا کام کاج کروا دیتے۔ اللہ اللہ! کیسی سادہ زندگی ہے۔ کیا بے نظیر نمونہ ہے۔ کیا کوئی انسان بھی ایسا پیش کیا جا سکتا ہے جس نے بادشاہ ہو کر یہ نمونہ دکھایا ہو کہ اپنے گھر کے کام کے لئے ایک نوکر بھی نہ ہو۔ اگر کسی نے دکھایا ہے تو وہ بھی آپؐ کے خدام میں سے ہو گا۔ کسی دوسرے بادشاہ نے جو آپؐ کی غلامی کا فخر نہ رکھتا ہو یہ نمونہ کبھی نہیں دکھایا (حضرت مصلح موعودؓ)

قناعت اور سادگی کے حوالے سے سیرت النبی ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ

پاکستان اور ملائیشیا کے احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک

پاکستانی احمدیوں کو بھی چاہیے کہ ان دنوں میں درود، استغفار اور دعائیں جو مَیں نے بتائی تھیں ان پر خاص طور پر زور دیں۔
نفلوں پہ زور دیں اور ان ظالموں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کے لیے بہت زیادہ دعائیں کریں

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16/ اکتوبر 2026ء بمطابق 16/ اخاء 1405 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

خطاب ہذا کا یہ متن ادارہ بدر، ادارہ الفضل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ۔ (صٓ: 87)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ تُو کہہ دے کہ مَیں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ مَیں تکلّف سے بات کرنے کا عادی ہوں۔

یہ آیت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروا رہا ہے کہ لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ مَیں تمہیں جو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہا ہوں، تمہاری بہتری کے راستے دکھا رہا ہوں، یہ صرف اور صرف تمہاری دنیا و عاقبت سنوارنے کے لیے ہے۔ تمہارے فائدے کے لیے ہے۔ مجھے اس کام کے عوض تمہارے سے کچھ نہیں چاہیے اور مجھے تمہارے سے کسی چیز کے چاہنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ مجھے تو اس کا اجر سب خزانوں کے مالک سے مل رہا ہے۔ میری زندگی ان تکلّفات سے پاک ہے اور جب زندگی تکلّفات سے پاک ہو تو پھر ان دنیاوی اجروں کی ضرورت ہی کیا ہے!

سادہ اور تکلّف سے پاک زندگی گزارنے والے کی تو دنیاوی خواہشات ہوتی ہی نہیں اور جو دنیاوی ضروریات کی چیزیں ہیں وہ خود اللہ تعالیٰ مہیا کر دیتا ہے۔

پس یہ سادگی کا وہ اظہار ہے جو آپؐ کے عظیم اُسوے سے ہر وقت ظاہر ہوتا ہے۔ جس کا اظہار مختلف موقعوں پر آپؐ کی زندگی میں ہمیں نظر آتا ہے اور آپؐ کی مومنوں کو بھی یہ نصائح ہیں کہ **اپنے آپ کو سادہ رکھو اور تکلّفات سے پاک کرو۔**

ایک روایت میں آتا ہے حضرت عثمان بن عفانؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے لیے کوئی حق نہیں ان باتوں کے سوا کہ ایک گھر ہو جس میں وہ رہے اور اس قدر کپڑے ہوں جو اس کے ننگ کو ڈھانپ سکیں اور روکھی سوکھی روٹی اور پانی ہو۔

(سنن الترمذی اَبْوَابُ الزُّهْدِ ...بَابٌ: مِنْهُ الْخِصَالُ الَّتِيْ لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌ... حدیث:2341)

اصل میں تو آپؐ اپنا یہ حال بیان فرما رہے ہیں۔ اپنی زندگی کا نقشہ کھینچ رہے ہیں کہ میرا تو سادگی کا یہ مقام ہے۔ مجھے کسی تکلّف کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپؐ یہ دعا کیا کرتے تھے جس کا روایت میں یوں ذکر ملتا ہے:

حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مساکین سے محبت کیا کرو۔ خود یہ کہتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دعا میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ۔
اے اللہ! مجھے مسکین کے طور پر زندہ رکھنا اور مسکین کے طور پر موت دینا اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر کرنا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب مجالسۃ الفقراء حدیث 4126)

پھر مومنوں کو بھی سادگی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ سادگی ایمان میں سے ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آپؐ کے پاس دنیا کا ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا تم نہیں سنتے! کیا تم نہیں سنتے! یقیناً سادگی ایمان کا حصہ ہے۔
یقیناً سادگی ایمان کا حصہ ہے۔

(سنن ابو داؤد اوّل کتاب الترجل باب النھی عن کثیر من الارفاہ روایت 4161)

دو دفعہ مخاطب کر کے آپؐ نے توجہ دلائی۔

پھر ایک روایت حضرت عمران بن حُصَینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یقیناً اللہ اپنے اس بندے سے محبت کرتا ہے جو مومن ہو، نادار ہو، سوال سے بچنے والا ہو اور عیال دار ہو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب فضل الفقر حدیث 4121)

سوال سے انسان اسی وقت بچ سکتا ہے جب سادگی ہو اور قناعت ہو۔ یہ نہیں کہ ذرا سی ضروریات ہوں تو خواہشات پوری کرنے کے لیے آدمی غلط کام کرنے لگ جائے یا شکوے کرنے لگ جائے۔

ایک موقع پر آپؐ نے

فقر و سادگی کی زندگی پر جنت کی بشارت

یوں فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین غرباء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بات کی شکایت کی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دولت مندوں کو ان پر فضیلت دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اے غریبوں کے گروہ! کیا مَیں تمہیں بشارت نہ دوں کہ غریب مومن جنت میں اپنے دولت مندوں سے نصف دن یعنی پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ نصف دن سے پہلے یعنی اللہ تعالیٰ کا جو نصف دن ہے۔ راوی موسیٰ نے یہ آیت پڑھی: وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ (الحج:48) اور یقیناً تیرے ربّ کے پاس ایسا بھی دن ہے جو اس شمار کے مطابق جو تم کرتے ہو ایک ہزار برس کا ہے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب منزلۃ الفقراء حدیث 4124)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نصف دن سے مراد پانچ سو سال ہیں۔ پس

کیا ہی خوش قسمت ہیں سادگی اور قناعت سے زندگی گزارنے والے لوگ۔

آج کل تو دنیاوی چیزوں کی اس قدر لالچ ہے کہ مختلف طریقوں سے لالچ دیے جاتے ہیں کہ انسان کی سوچوں میں صرف یہی چیز بسنے لگ گئی ہے کہ دنیا ہی دنیا ہے۔ ایسے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر چلنے والے ہوں گے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور کام نہ کرے۔

اپنی پوری توجہ اور محنت سے کام کرنا اور پھر سادہ زندگی گزارنا اور قناعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا یہ ایک مومن کا شیوہ ہے جو اس کے ایمان میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ محنت اور اپنی صلاحیتوں کا پورا استعمال بھی مومن کا خاصّہ ہے۔ یہ بھی ایمان کی ایک شق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے کو پکڑا اور فرمایا: تُو دنیا میں اس طرح بسر کر گویا کہ تُو پردیسی ہے یا راہ چلتا مسافر۔ اور حضرت ابن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ جب تمہیں شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت سے اپنی بیماری کے لیے اور اپنی زندگی سے اپنی موت کے لیے کچھ سامان لے لو۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق باب قول النبی ﷺ کن فی الدنیا... حدیث نمبر 6416، مترجم جلد 15 صفحہ 182-181، شائع کردہ نظارت اشاعت)

یعنی ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس سے ملنا یاد رہے کہ انسان کے ہر عمل کا حقیقی اجر اللہ تعالیٰ سے ہی ملنا ہے اور زندگی کا پتہ نہیں کب ختم ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سادگی اور عاجزی کا اظہار ہر موقع پر کس طرح فرمایا کرتے تھے، اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ وہ منبر پر کھڑے کہہ رہے تھے کہ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے:

میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جیسے نصاریٰ نے ابن مریمؑ کی تعریف میں مبالغہ کیا۔
مَیں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں اور تم یہی کہو: اس کا بندہ اور اس کا رسول۔

(صحیح البخاری کتاب اَحادیث الانبیاء، باب وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا حدیث 3445، مترجم جلد 6 صفحہ 426 شائع کردہ نظارت اشاعت)

مُطَرِّفؒ نے بیان کیا کہ میرے والد نے بتایا کہ مَیں بَنُو عامر کے وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ ہم نے عرض کیا کہ آپؐ ہمارے سردار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: سردار تو اللہ ہے۔ ہم نے عرض کیا: آپؐ ہم میں فضل کے لحاظ سے افضل ترین ہیں۔ اور احسان کرنے میں ہم سب سے عظیم تر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی بات بیان کرو۔ یہ مختلف فضول قسم کی تعریفیں نہ کرو یا فرمایا اپنی باتیں بیان کرو، شیطان تمہیں دلیر نہ کر دے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الاَدب باب فی کراہیۃ التمادح روایت 4806)

جہاں اپنی عاجزی اور سادگی کا اظہار فرمایا وہاں بڑی باریکی سے شرک سے بچنے کی طرف بھی آپؐ نے توجہ دلا دی۔

حضرت رُبَیِّعؓ خاتون ہیں، کہتی تھیں کہ جب میری شادی ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو۔ راوی کو بیان کر رہی ہیں کہ جس طرح تم میرے بستر پہ بیٹھے ہو اس طرح وہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت ہماری چند لڑکیاں دَف بجانے لگیں اور میرے ان بزرگوں کی تعریف کرنے لگیں جو جنگ بدر میں مارے گئے تھے اور ان اشعار میں ان میں سے ایک لڑکی نے کہا کہ ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو جانتا ہے کہ کل کیا کچھ ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کو جانے دو اور وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھی۔ یعنی بدر کے بارے میں۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح... ، حدیث 5147 مترجم جلد 13 صفحہ 85-84 شائع کردہ نظارت اشاعت)

میری تعریفیں غلط طور پہ نہ کرو۔ جہاں آپؐ کی غیر ضروری تعریف اور شرک کی بات ہوئی وہاں فوراً آپؐ نے ان کو ٹوک دیا اور کہا کہ ایسے نہ کرو۔ مَیں تو ایک سادہ، عاجز انسان ہوں۔

آپؐ کے مکان اور رہائش کی سادگی

کے بارے میں یوں ذکر ملتا ہے۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مسجد نبویؐ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش کے لیے مکان تیار کیا گیا۔ مکان کیا تھا، ایک دس پندرہ فٹ کا چھوٹا سا حجرہ تھا، کمرہ تھا اور اس حجرے اور مسجد کے درمیان ایک دروازہ رکھا گیا تھا جس میں سے گزر کر آپؐ نماز وغیرہ کے لیے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ جب آپؐ نے اَور شادیاں کیں تو اسی حجرے کے ساتھ ساتھ دوسرے حجرات یعنی کمرے تیار ہوتے گئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 270)

سیرت خاتم النبیین میں یہ تو مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے لیکن اس کی تفصیل کہ کس طرح کمرے تیار ہوتے تھے یا کس طرح کمرے مزید بڑھتے گئے، اس کی تفصیل تاریخ میں یوں ملتی ہے کہ آپؐ کے ایک مخلص صحابی حارِثہ بن نُعمانؓ کے مسجد کے قریب اور اس کے نواح میں کئی مکانات تھے۔ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں نئی بیوی آتی تو حارِثہؓ آپؐ کو اپنا ایک مکان دے دیتے یہاں تک کہ حارثہؓ کے تمام مکانات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے۔ (ماخوذ از شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد 2 صفحہ 185 دار الکتب العلمیہ 1996ء)

یعنی صرف کمروں کی تعمیر نہیں ہوئی تھی بلکہ نئے مکان شامل ہوتے گئے اور وہ بھی چھوٹے چھوٹے مکان۔ بہت سادہ قسم کے۔ اس طرح کُل نَو مکانات تھے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس زندگی کے آخری دس

برس بسر کیے اور انہی میں سے ایک مکان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوئی۔حضرت عائشہؓ کے گھر میں۔ ہر مکان ایک چھوٹے سے کمرے اور اس سے بھی چھوٹے ایک صحن پر مشتمل تھا اور تعمیر اتنی سادہ کہ نہ ہی کہیں پختہ اینٹ استعمال ہوئی تھی اور نہ پتھر جبکہ پورا علاقہ پتھروں سے بھرا ہوا تھا۔ سارا مکان کھجور کی ٹہنیوں، گارے اور زیادہ سے زیادہ کچی اینٹوں پر مشتمل تھا اور ان کے صحن کو کھجوروں کی ٹہنیوں سے گھیر لیا گیا تھا اور ان ٹہنیوں پر بالوں کے کمبل ڈال دیے گئے تھے تا کہ ٹہنیوں کے درمیان شگافوں سے بے پردگی نہ ہو۔ صحن کی دیوار اس طرح بنائی گئی تھی۔ ہر کمرے کی لمبائی تقریباً پانچ میٹر اور چوڑائی تقریباً چار میٹر تھی۔ آنگن کی چوڑائی تو اس سے بھی کم تقریباً ساڑھے تین میٹر تھی اور لمبائی کمرے کے برابر تھی اور چھتوں کی بلندی تو بس اتنی تھی کہ ہاتھ اٹھا کر انہیں چُھوا جا سکتا تھا۔

(ماخوذ از زیارات مکۃ المکرمۃ اور زیارات مدینۃ المنورۃ صفحہ 404، 409-408 دار الاشاعت کراچی)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اس دن یعنی جس دن حجرے گرائے گئے، سعید بن مُسَیّب کو کہتے ہوئے سنا کہ

اللہ کی قسم! مَیں یہ چاہتا تھا کہ ان حجروں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تا کہ اہلِ مدینہ اور باہر سے زیارت کے لیے آنے والے لوگ دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں کس قدر کم سے کم پر اکتفا فرمایا تھا۔ سو یہ چیز لوگوں کو دنیا میں مال و متاع کی کثرت پر فخر کرنے سے روکتی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 8، صفحہ 133 ذکر مَنَازِلِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں: کاش! کہ ازواجِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حجروں کو چھوڑ دیا جاتا اور گرایا نہ جاتا یہاں تک کہ لوگ عمارتیں بنانے میں کمی کرتے اور دیکھ لیتے کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا پسند کیا جبکہ دنیا کے خزائن کی چابیاں آپؐ کے ہاتھ میں تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جزء 8 صفحہ 134، ذکرُ مَنَازِلِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ’’رہائشی مکان کے متعلق بھی آپ سادگی کو پسند کرتے تھے۔ بالعموم آپؐ کے گھروں میں ایک ایک کمرہ ہوتا تھا اور چھوٹا سا صحن۔ اس کمرہ میں ایک رسی بندھی ہوئی ہوتی تھی جس پر کپڑا ڈال کر ملاقات کے وقت میں آپؐ اپنے ملنے والوں سے علیحدہ بیٹھ کر گفتگو کر لیا کرتے تھے۔‘‘ یعنی پارٹیشن جو تھی کمرے کی اس طرح ہوتی تھی کہ چادر ڈال دی جاتی تھی بیچ میں تا کہ عورتوں کی طرف اور مردوں کی طرف پردہ ہو جائے۔ ’’چارپائی آپؐ استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ زمین پر ہی بستر بچھا کر سوتے تھے۔

آپؐ کی رہائش کی سادگی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ حضرت عائشہؓ نے آپؐ کی وفات کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں کئی دفعہ صرف پانی اور کھجور پر ہی گزارہ کرنا پڑتا تھا یہاں تک کہ جس دن آپؐ کی وفات ہوئی اس دن بھی ہمارے گھر میں سوائے کھجور اور پانی کے کھانے کے لئے اَور کچھ نہیں تھا۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 382)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’خیال کرنا چاہیے کہ کس استقلال سے آنحضرتؐ اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اوّل سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے۔ برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلّی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گذرتا تھا بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے‘‘ جو لوگ پہلے حمایتی تھے وہ بھی پیچھے ہٹ گئے ’’اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا۔‘‘ اللہ کی طرف بلانے پہ بہت ساری مخالفت ہوئی۔ ’’وطن سے نکالے گئے، قتل کے لئے تعاقب کیے گئے، گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا، بار ہا زہر دی گئی اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں اور پھر

جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا، کوئی عمارت نہ بنائی، کوئی بارگاہ طیار نہ ہوئی، کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا، کوئی اَور ذاتی نفع نہ اٹھایا بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبر گیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 109-108)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ آپؓ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا چمڑے کا تھا اور کھجور کے ریشے اس کے اندر بھرے ہوئے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب کَیْفَ کَانَ عَیْشُ النَّبِيِّ روایت 6456 مترجم جلد 15 صفحہ 225 شائع کردہ نظارت اشاعت)

آپؐ کے بستر کی تفصیل ایک روایت میں یوں بیان ہوئی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ آپؐ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا ہوتا تھا؟ آپؓ نے فرمایا: وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ اور حضرت حفصہؓ سے پوچھا گیا کہ آپؓ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: وہ بالوں اور اُون سے بھرا ہوا تھا۔ مَیں اس کی دو تہیں لگا دیتی تھی۔ اُون کی ایک چادر جیسی تھی، کمبل تھا۔ اس کی دو تہیں لگا دیتی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوتے تھے۔ کہتی ہیں ایک رات مَیں نے سوچا کہ کیوں نہ اس کی چار تہیں لگا دوں۔ ذرا موٹا کر دوں تو آپؐ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ہم نے گھر میں مشورہ کر کے اس کی چار تہیں لگا دیں۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: تم نے رات میرے لیے کیا بچھایا تھا؟ حضرت حفصہؓ کہتی ہیں کہ مَیں نے عرض کیا کہ وہ آپؐ کا وہی بستر تھا صرف ہم نے اس کی چار تہیں لگا دی تھیں تا کہ وہ آپؐ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے پہلے جیسا ہی رہنے دو کیونکہ اس کی نرمی میرے لیے رات نماز میں روک بن رہی تھی۔

(ماخوذ از شمائل النبی ﷺ تالیف امام ترمذی صفحہ 134 باب ماجاء فی فراش رسول اللہ ﷺ روایت نمبر 314 شائع کردہ نور فاؤنڈیشن) (ماخوذ از فیض القدیر شرح الجامع الصغیر جلد 5 صفحہ 220 المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر)

اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپؐ کو نیند زیادہ آ گئی تھی اور نماز میں خلل پیدا ہوا بلکہ آپؐ بستر پہ ہی کھڑے ہو کے نماز پڑھا کرتے تھے اور اس سے آپؐ سمجھ رہے تھے کہ زیادہ توازن قائم نہیں رہتا یا جو عبادت کا صحیح مزہ ہے وہ آپؐ کو نہیں آ رہا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سویا کرتی اور میرے پاؤں آپؐ کے سامنے ہوتے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے دباتے اور میں اپنا پاؤں سکیڑ لیتی اور جب کھڑے ہوتے تو ان کو پھیلا دیتی۔ کہتی تھیں کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ علی الفراش حدیث نمبر 382، مترجم جلد 1 صفحہ 488-487، شائع کردہ نظارت اشاعت)

کوئی روشنی نہیں ہوتی تھی، اندھیرا تھا۔ آپؐ بستر پر نماز پڑھتے تھے اور اس کے ایک طرف حضرت عائشہؓ سوئی ہوئی ہیں تو جب سجدہ کرنا ہوتا تھا آپؐ ہاتھ سے اشارہ کرتے کہ پاؤں پیچھے کرو۔ پھر آپؐ سجدہ کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے۔ آپؐ اٹھے اور اس نے آپؐ کے پہلو پر نشان کر دیا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم آپؐ کے لیے ایک بستر بنائیں۔ آپؐ نے فرمایا:

مجھے دنیا سے کیا تعلق۔ مَیں تو دنیا میں صرف ایک سوار کی طرح ہوں جو ایک درخت کے نیچے سائے میں ٹھہرا پھر وہ روانہ ہو جاتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے۔

(سنن الترمذی ابواب الزھد باب حدیث ماالدنیا الا کراکب استظل حدیث 2377)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے حجرے میں تھے جو گویا حَمَّام کے گھر کی مانند تھا یعنی اس میں گرمی بہت زیادہ تھی اور گھٹن تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سو رہے تھے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر نشان ڈال دیا تھا۔ یہ دیکھ کر مَیں رو پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ! تمہیں کس چیز نے رُلایا؟ مَیں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کسریٰ اور قیصر ریشم، حریر اور دیباج پر چلتے ہیں یعنی ریشم کی مختلف قسمیں ہیں جبکہ آپؐ اس چٹائی پر سو رہے ہیں جس نے آپؐ کے پہلو پر نشان ڈال دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے عبد اللہ! مت رو کیونکہ ان کے لیے دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت ہے۔ میرا دنیا سے کیا تعلق۔ میری اور دنیا کی مثال تو اس سوار کی سی ہے جو ایک درخت کے نیچے اتر کر کچھ دیر ٹھہرا پھر وہاں سے چل پڑا اور اسے چھوڑ دیا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 10 صفحہ 201-200 روایت 10327 مکتبہ ابن تیمیہ) (المواھب اللدنیۃ جلد 2 صفحہ 471 المکتب الاسلامی بیروت 2004ء)

اسی طرح کی ایک روایت حضرت عمرؓ کے حوالے سے بھی ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے آئے۔ حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالاخانے میں ہیں۔ کھجور کی ایک سیڑھی کے ذریعے سے چڑھ کر آپؐ اس میں جاتے تھے۔ گھر میں ایک کمرہ اوپر بنایا ہوا تھا اور اس پہ کھجور کی سیڑھی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سیاہ فام غلام سیڑھی کے سر پر تھا۔ مَیں نے اس سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ عمر بن خطاب آیا ہے۔ آپؐ نے مجھے اندر آنے کی اجازت دی اور اس وقت آپؐ ایک بوریے پر تھے۔ آپؐ کے اور اس بوریے کے درمیان کوئی چیز نہیں تھی یعنی اس بوریے پر کوئی چادر وغیرہ نہیں تھی۔ سخت سا جو ایک Mat تھا گھاس کا بنا ہوا یا آپ بوری کہہ لیں۔ اور آپؐ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپؐ کے پاؤں کے پاس کیکر کے پتوں کا ڈھیر لگا تھا اور آپؐ کے سر کے قریب کچے چمڑے لٹک رہے تھے اور مَیں نے آپؐ کے پہلو میں اس بوریے کا نشان بھی دیکھا اور یہ دیکھ کر مَیں رو پڑا۔ آپؐ نے پوچھا تمہیں کیا بات رُلا رہی ہے؟ مَیں نے کہا: یا رسول اللہ! کسریٰ اور قیصر آسائش میں ہوں جس میں کہ وہ ہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب التفسیر/التحریم باب تبتغی مرضاۃ أزواجك... حدیث 4913، مترجم جلد 12 صفحہ 267 شائع کردہ نظارت اشاعت)

حضرت عمرؓ کے واقعہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمتع دنیاوی کا یہ حال تھا کہ ایک بار حضرت عمرؓ آپؐ سے ملنے گئے۔ ایک لڑکا بھیج کر اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مکان سب خالی پڑا ہے اور کوئی زینت کا سامان اس میں نہیں ہے۔ ایک کھونٹی پر تلوار لٹک رہی ہے یا وہ چٹائی ہے جس پر آپؐ لیٹے ہوئے تھے اور جس کے نشان اسی طرح آپؐ کی پشت مبارک پر بنے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھ کر رو پڑے۔ آپؐ نے پوچھا اے عمر! تجھ کو کس چیز نے رُلایا؟ عمرؓ نے عرض کی کہ کسریٰ اور قیصر تو تنعم کے اسباب رکھیں اور آپؐ جو خدا کے رسول اور دو جہان کے بادشاہ ہیں اس حال میں رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے عمر مجھے دنیا سے کیا غرض۔ مَیں تو اس مسافر کی طرح گذارہ کرتا ہوں جو اونٹ پر سوار منزل مقصود کو جاتا ہو، ریگستان کا راستہ ہو اور گرمی کی سخت شدّت کی وجہ سے کوئی درخت

دیکھ کر اس کے سایہ میں ستالے اور جونہی کہ ذرا پسینہ خشک ہو وہ پھر چل پڑے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد 6 صفحہ 228 - 229 ایڈیشن 2022ء)

آپؐ اپنی اولاد کو بھی سادگی کی تلقین فرماتے تھے۔

کس طرح فرماتے تھے اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرتے ہوئے بخاری کے حوالے سے یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے شکایت کی کہ چکّی پیسنے سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ آٹا پیسنے کے لیے، دانے پیسنے کے لیے چکّی ہاتھ سے چلانی پڑتی تھی تو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی عرصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے۔ حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں لیکن آپؐ کو گھر پر نہ پایا۔ اس لیے حضرت عائشہؓ کو اپنی آمد کی اطلاع دے کر گھر لوٹ آئیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے جناب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہؓ کی آمد کی اطلاع دی یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس آئے اور حضرت عائشہؓ کے پاس آئے تو حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ حضرت فاطمہؓ آئی تھیں جس پر حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے، ہمارے گھر آ گئے۔ ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے آپؐ کو آتے دیکھ کر چاہا کہ اٹھوں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جگہ لیٹے رہو۔ پھر ہم دونوں کے درمیان آ کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپؐ کے قدموں کی ٹھنڈی میرے سینے پر محسوس ہونے لگی۔ جب آپؐ بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ مَیں تمہیں کوئی ایسی بات نہ بتاؤں جو اس چیز سے جس کا تم نے سوال کیا ہے بہتر ہے؟ حضرت عائشہؓ کو یہ بتا آئی تھیں کہ مَیں اس وجہ سے آئی تھی اور بتا دینا کہ مَیں آئی تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ مَیں تمہیں اس سے بہتر چیز بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب تم اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ تو چونتیس دفعہ تکبیر کہو، تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہو اور تینتیس دفعہ الحمد للہ کہو۔ پس یہ تمہارے لیے خادم سے اچھا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اموال کی تقسیم میں ایسے محتاط تھے کہ باوجود اس کے کہ حضرت فاطمہؓ کو ایک خادم کی ضرورت تھی اور چکی پیسنے سے آپؓ کے ہاتھوں کو تکلیف ہوتی تھی مگر پھر بھی آپؐ نے ان کو خادم نہ دیا بلکہ دعا کی تحریک کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ کیا۔

آپؐ اگر چاہتے تو حضرت فاطمہؓ کو خادم دے سکتے تھے کیونکہ جو اموال تقسیم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے وہ صحابہؓ میں تقسیم کرنے کے لیے آتے تھے اور حضرت علیؓ کا بھی ان میں حق تھا اور حضرت فاطمہؓ بھی اس کی حقدار تھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط سے کام لیا اور نہ چاہا کہ ان اموال سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو دے دیں کیونکہ ممکن تھا کہ اس سے آئندہ لوگ کچھ کا کچھ نتیجہ نکالتے اور بادشاہ اپنے لیے اموال الناس کو جائز سمجھ لیتے۔ جو امّت میں بادشاہ پیدا ہونے ہیں وہ اس کو جائز سمجھ لیتے۔ گو کہ اب بھی وہ بادشاہ تو ان چیزوں کو جائز ہی سمجھ رہے ہیں بلکہ جو ناجائز ہے اس کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ پس احتیاط کے طور پر آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو ان غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو آپؐ کے پاس اس وقت بغرض تقسیم آئیں کوئی نہ دی۔

اس جگہ بھی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان اموال میں آپؐ کا اور آپؐ کے رشتہ داروں کا خدا تعالیٰ نے حصہ مقرر فرمایا ہے۔ یہ کوئی منع بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حصہ مقرر فرمایا ہے۔ ان سے آپؐ خرچ فرما لیتے تھے اور اپنے متعلقین کو بھی دیتے تھے۔ ہاں جب تک کوئی چیز آپؐ کے حصے میں نہ آئے اسے قطعاً خرچ نہ فرماتے اور اپنے عزیز سے عزیز رشتہ داروں کو بھی آپؐ نہ دیتے تھے۔

کیا دنیا کسی بادشاہ کی مثال پیش کر سکتی ہے جو بیت المال کا ایسا محافظ ہو۔ اگر کوئی نظیر مل سکتی ہے تو صرف اسی پاک وجود کے خدّام میں سے، ورنہ دوسرے مذاہب اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتے۔

(ماخوذ از سیرۃ النبی ﷺ انوار العلوم جلد 1 صفحہ 545-544)

اپنی بیٹی کے جہیز میں آپؐ کی سادگی کا کیا حال تھا

اس بارے میں حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی حضرت فاطمہؓ سے کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ سامان بھیجا تھا: ایک ریشمی چادر تھی، چمڑے کا گدیلا تھا جس میں کھجور کے ریشے تھے، دو آٹا پیسنے کی چکیاں تھیں، مشکیزہ تھا اور دو گھڑے تھے۔

(مسند الامام احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 314 حدیث: 838 عالم الکتب 1998ء)

پس یہ ہے آپؐ کی سادگی کا معیار۔ اگر دینا چاہتے تو بہت کچھ دے سکتے تھے۔ لوگ تو قرض لے کر بھی جہیز بناتے ہیں۔ آپؐ کے صحابہؓ تو آپؐ پر بہت کچھ نچھاور کر سکتے تھے۔ بغیر قرض کے ہی بہت کچھ تیار ہو سکتا تھا۔ کئی صاحبِ حیثیت تھے جو چیزیں مہیا کر سکتے تھے لیکن سادگی سے ہی آپؐ نے رخصت کیا۔

ایک روایت میں آتا ہے جو کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم حضرت فاطمہؓ کو تیار کریں جس دن حضرت فاطمہؓ کی شادی تھی ان کو تیار کریں تا کہ ان کو علیؓ کے پاس لے جائیں۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنے کمرے کی تیاری کی۔ جس کا نقشہ یوں کھینچا کہ ہم نے کمرے میں مٹی سے لپائی کی۔ پھر دو تکیے تیار کیے جن میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ پھر ہم نے لوگوں کو کھجور اور انگور کھلائے اور انہیں میٹھا پانی پلایا اور ہم نے ایک لکڑی لی جس کو ہم نے کمرے کے ایک طرف لگا دیا تا کہ اس کو کوئی کپڑا لٹکانے اور مشکیزہ لٹکانے کے لیے استعمال کیا جا سکے۔ پس ہم نے حضرت فاطمہؓ کی شادی سے زیادہ اچھی شادی اَور کوئی نہیں دیکھی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الولیمۃ حدیث 1911)

بڑی سادگی والی شادی تھی۔ یہ نقشہ تو انہوں نے صرف شادی کا کھینچا ہے۔ اس وقت کے لحاظ سے جو سادگی تھی آپ نے اس کے اعلیٰ معیار قائم کیے اور اپنی بیٹی کو یہ بھی بتایا کہ اصل چیز یہ سادگی ہے اور خدا کی رضا ہے اس کو حاصل کرنے کی ایک مومن کو کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بادشاہ کی سادگی کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر میں ایک بادشاہ تھے۔ اس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس بادشاہت سے حضورؐ نے دنیاوی فوائد کیا حاصل کیے؟

مثلاً بیوی بچوں کی آسائش، دوستوں کی آسائش اور رشتہ داروں کی آسائش اس بادشاہت سے حضورؐ نے کہاں تک حاصل کی؟

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہت سے دنیاوی فائدہ کوئی بھی حاصل نہیں کیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام تر زندگی میں لوگوں کے لیے قربانی ہی پیش کی۔ حضور نے ممالک مفتوحہ اور جائیدادوں کو اپنا ہرگز قرار نہیں دیا۔

حضورؐ کی وفات کے بعد سنّی شیعہ کا جو اختلاف پیدا ہوا اس عظیم الشان اختلاف کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جائیدادوں اور ممالک مفتوحہ کو اپنی ذاتی چیز اور ملکیت قرار نہیں دیا اور یہ جائز نہیں ٹھہرایا کہ یہ اشیاء حضورؐ کے خاندان کی طرف بطور ورثہ کے منتقل ہو سکیں۔ لیکن یہاں جو جھگڑے ہوئے وہ ورثہ کے چکر میں ہی ہو گئے۔ پس حکومت سے حضورؐ نے اپنی ذات کے لیے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضورؐ نے ان کے لیے کوئی چیز بھی دنیا میں نہیں چھوڑی حتّٰی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضورؐ کی بہت سی چیزیں ضمانت یا اشیاء گروی رکھی ہوئی تھیں جن سے گھر کی خرچے کے لیے چیزیں لی جاتی تھیں۔ یہ ثابت ہوتا ہے تاریخ سے۔ انسان کو اپنی زندگی میں بعض اوقات ایسی ضروریات پیش آ جاتی ہیں کہ اسے اپنی مملوکہ اشیاء گروی رکھنا پڑتی ہیں۔ اسی طرح حضورؐ پر پھر تنگی اور فراخی کے زمانے آتے تھے۔ خود حضرت فاطمہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک جنگ میں جب بہت سا مال آیا تو حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ سے درخواست کی کہ اس مال میں سے ایک لونڈی مجھے عنایت فرمائی جائے جو میرا کام کاج کرے۔ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ یہ مال میرا تو نہیں ہے۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا ہے۔ مَیں تم کو اس مال میں سے کچھ نہیں دے سکتا۔ تم خدا تعالیٰ کا ذکر کیا کرو اور لونڈی کا خیال ترک کر دو۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 492-491)

گھریلو زندگی میں آپؐ کے سادہ رہن سہن اور گھر والوں سے گھریلو کاموں میں مدد

کے بارے میں ایک روایت میں ہے۔ اسود روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے کام کاج میں رہتے یعنی ان کے کاموں میں مدد دیا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپؐ نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان باب مَنْ کَانَ فِی حَاجَۃِ اَھْلِہٖ فَاُقِیْمَتِ الصَّلَاۃُ فَخَرَجَ حدیث نمبر 676 جلد 2 صفحہ 73، شائع کردہ نظارت اشاعت)

یہاں بہت سی عورتیں اب بھی مجھے اپنے خاوندوں کے بارے میں لکھتی ہیں کہ گھروں میں ان کا بڑا ظالمانہ اور حاکمانہ رویّہ ہوتا ہے۔ حاکم بن کے رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو یہ اُسوہ دیکھنا چاہیے اور ایسے خاوندوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔

کس سادگی سے ایک عام انسان کی طرح آپؐ اپنی زندگی گزارتے تھے، اس بارے میں ایک روایت ہے۔ حضرت حَسَنَہ بن خالدؓ اور حضرت سَوَاء بن خالدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دیوار یا اپنے مکان کی مرمّت میں مصروف تھے۔ دونوں صحابہؓ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر کام میں ہاتھ بٹایا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 7 صفحہ 36 دار الکتب العلمیۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی اور روزمرّہ کے معمولات کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے۔ آپؓ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان تھے۔ اپنے کپڑے خود صاف کر لیتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنا کام خود کرتے تھے۔

(مسند الامام احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 507 مُسْنَدُ الصِّدِّیقَۃِ عَائِشَۃَ بِنْتِ الصِّدِّیقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا حدیث: 26724، عالم الکتب بیروت)

اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے۔ حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ نہیں ہے کہ آپؐ بھی وہ کام کریں جو عام لوگ کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے، دوسروں نے آپؐ کو بادشاہوں کی مانند سمجھ لیا تھا کیونکہ بادشاہ تکبّر کی وجہ سے عام اور معمولی کاموں میں اپنے آپ کو بلند رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول بیان فرمایا ہے کہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ۔ (الفرقان:8) کہ اس رسولؐ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ عام آدمیوں کی طرح کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک بشر اور اولادِ آدم میں سے ایک فرد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا شرف عطا فرمایا اور رسالت کے منصب سے سرفراز فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق و اخلاص سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہی کام کرتے تھے جو دوسرے لوگ کرتے تھے اور تواضع اختیار کرتے تھے۔ کاموں میں ان کی مدد بھی فرماتے تھے تا کہ لوگوں

کو عاجزی اختیار کرنے اور تکبّر اور بڑائی سے بچنے کی عملی تعلیم دیں۔

(شرح الطیبی علی مشکاۃ جلد 12 صفحہ 3708 مکتبۃ نزار مصطفی الباز 1997ء)

بالکل سادہ زندگی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چَرائی ہوں۔ آپؐ کے صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! کیا آپؐ نے بھی چَرائی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! میں بھی چند قیراط کے بدلے مکہ والوں کی بکریاں چَرایا کرتا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الاجارۃ باب رعی الغنم علی قراریط روایت 2262 مترجم جلد 4 صفحہ 230 شائع کردہ نظارت اشاعت)

بعض علماء نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیراط وغیرہ کی اجرت میں بکریاں نہیں چَرائی تھیں بلکہ ان کا کہنا ہے کہ قَرَارِیط کسی جگہ کا نام ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قراریط نام کی جگہ پر بکریاں چَرائی تھیں کیونکہ یہاں حدیث میں قراریط کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بہرحال بہت سارے علماء کے نزدیک اور شارحین کے نزدیک یہ رائے درست نہیں ہے کہ اجرت پر اس طرح کا کام کرنا نبی کی شان کے خلاف ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اجرت پر کام کرنے کا بڑی وضاحت سے ذکر ملتا ہے۔ سورت قصص میں آیت اٹھائیس اور انتیس ہے اس میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے کہ آپؑ نے ان دو لڑکیوں کے باپ کے کہنے پر ان کے ہاں اجرت پر کام کیا اور ایک لڑکی سے شادی ہوئی۔ لہٰذا ان علماء کا خواہ مخواہ کا تکلّف ہے جو اس امر کی نفی کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجرت پر بکریاں نہیں چَرائی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سیرت نگاروں نے اور حدیث کے شارحین نے بھی وضاحت کی ہے کہ قراریط سے مراد قیراط ہیں نہ کہ کوئی جگہ یا مقام۔ بخاری کے ہمارے شارح سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ وہ بھی بیان کرتے ہیں ''قراریط قیراط کی جمع ہے اور ایک قیراط چار رتّی چاندی کے وزن کے برابر ہوتا تھا۔''

(صحیح البخاری (مترجم) جلد 4 صفحہ 231 شائع کردہ نظارت اشاعت)

علامہ برہان الدین حَلَبِی کہتے ہیں کہ قراریط درہم و دینار کے چھوٹے حصے کو کہتے ہیں جن سے معمولی چیزیں خریدی جاتی ہیں۔ امام بخاری نے کتاب الاِجَارَہ میں روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں مکہ والوں کی بکریاں قراریط پر چَرایا کرتا تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں قراریط سے مراد اجرت ہے نہ کوئی جگہ۔ بعض روایات میں **بالقراریط** کے بجائے بِاَجْیَاد یعنی مقام اجیاد کا لفظ آیا ہے۔ لہٰذا قراریط سے اجرت مراد ہے اور اجیاد سے مقام کا ذکر ہے۔ (السیرۃ الحلبیۃ جلد 1 صفحہ 183 - 184 دار الکتب العلمیہ 2002ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو چالیس برس ہے بے کسی اور پریشانی اور یتیمی میں بسر کیا تھا کسی خویش یا قریب نے اس زمانہ تنہائی میں کوئی حق خویشی اور قرابت کا ادا نہیں کیا تھا یہاں تک کہ وہ روحانی بادشاہ اپنی صغر سنی کی حالت میں لاوارث بچوں کی طرح بعض بیابان نشین اور خانہ بدوش عورتوں کے حوالہ کیا گیا اور اسی بیکسی اور غریبی کی حالت میں اس سید الانام نے شیر خوارگی کے دن پورے کئے اور جب کچھ سنِ تمیز پہنچا تو یتیم اور بیکس بچوں کی طرح جن کا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہوتا ان بیابان نشین لوگوں نے بکریاں چَرانے کی خدمت اس مخدوم العالمین کے سپرد کی اور اس تنگی کے دنوں میں بجز ادنیٰ قسم کے اناجوں یا بکریوں کے دودھ کے اور کوئی غذا نہ تھی۔''

(ازالہ اوہام حصہ اول، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 112، 113، حاشیہ)

ایک اَور جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''خدا نے اصل میں بڑا احسان کیا ہے کہ انبیاء کے ساتھ غریبی کا حصہ بھی رکھ دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چَرایا کرتے تھے۔ موسیٰؑ نے بکریاں چَرائیں۔ کیا امراء یہ کام کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک جنگل میں ہوا۔ وہاں کچھ پھلدار درخت تھے۔ چند ایک صحابی جو کہ ہمراہ تھے وہ ان کا پھل توڑ کر کھانے لگے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ فلاں درخت کا پھل کھاؤ بہت شیریں ہے'' وہ زیادہ اچھا پھل ہے۔ ''صحابہؓ نے پوچھا کہ یا حضرت آپ کو کیسے علم ہے؟ فرمایا کہ جب مَیں بکریاں چَرایا کرتا تھا تو اس جنگل میں بھی آیا کرتا تھا اور ان پھلوں کو کھایا کرتا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز نہیں کیا کہ انبیاء شاہی خاندان سے ہوں ورنہ تکبر اور نخوت کا کچھ نہ کچھ حصہ ان میں ضرور رہ جاتا۔''

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 272، ایڈیشن 2022ء)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''آپؐ کے ارد گرد بادشاہوں کی زندگی کا جو نمونہ تھا وہ ایسا نہ تھا کہ اس سے آپ وہ تاثر حاصل کرتے جن کا اظہار آپ کے اعمال کرتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا درجہ دے دیا تھا کہ اب آپؐ تمام مخلوقات کے مرجع افکار ہو گئے تھے اور ایک طرف روم آپؐ کی بڑھتی ہوئی طاقت کو اور دوسری طرف ایران آپؐ کے ترقی کرنے والے اقبال کو شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور دونوں متفکر تھے کہ اس سیلاب کو روکنے کے لئے کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ اس لئے دونوں حکومتوں کے آدمی آپؐ کے پاس آتے جاتے تھے اور ان کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ شروع تھا۔ ایسی صورت میں بظاہر ان لوگوں پر رعب قائم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ آپؐ بھی اپنے ساتھ ایک جماعت غلاموں کی رکھتے اور اپنی حالت ایسی بناتے جس سے وہ لوگ متاثر اور مرعوب ہوتے مگر آپؐ نے کبھی ایسا نہ کیا۔ غلاموں کی جماعت تو الگ رہی گھر کے کام کاج کے لئے بھی کوئی نوکر نہ رکھا اور خود ہی سب کام کر لیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی نسبت لکھا ہے کہ ... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ آپؐ اپنے اہل کی مِہْنَتْ کرتے تھے'' یہ عربی کا لفظ ہے۔ ''یعنی خدمت کرتے تھے۔ پس جب نماز کا وقت آجاتا آپؐ نماز کے لئے باہر چلے جاتے تھے۔ اس حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ

آپؐ کس سادگی کی زندگی بسر فرماتے تھے اور بادشاہت کے باوجود آپؐ کے گھر کا کام کاج کرنے والا کوئی نوکر نہ ہوتا بلکہ آپؐ اپنے خالی اوقات میں خود ہی اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ مل کر گھر کا کام کاج کروا دیتے۔ اللہ اللہ! کیسی سادہ زندگی ہے۔ کیا بے نظیر نمونہ ہے۔ کیا کوئی انسان بھی ایسا پیش کیا جا سکتا ہے جس نے بادشاہ ہو کر یہ نمونہ دکھایا ہو کہ اپنے گھر کے کام کے لئے ایک نوکر بھی نہ ہو۔ اگر کسی نے دکھایا ہے تو وہ بھی آپؐ کے خدام میں سے ہوگا۔ کسی دوسرے بادشاہ نے جو آپؐ کی غلامی کا فخر نہ رکھتا ہو یہ نمونہ کبھی نہیں دکھایا۔

ایسے بھی مل جائیں گے جنہوں نے دنیا سے ڈر کر اسے چھوڑ ہی دیا۔ ایسے بھی ہوں گے جو دنیا میں پڑے اور اسی کے ہو گئے مگر یہ نمونہ کہ دنیا کی اصلاح کے لئے اس کا بوجھ اپنے کندھوں پر بھی اٹھائے رکھا اور ملکوں کے انتظام کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھی مگر پھر بھی اس سے الگ رہے اور اس سے محبت نہ کی اور بادشاہ ہو کر فقر اختیار کیا۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خدام کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی۔ جن لوگوں کے پاس کچھ تھا ہی نہیں وہ اپنے رہنے کے لئے مکان بھی نہ پاتے تھے اور دشمن جنہیں کہیں چین سے نہیں رہنے دیتے تھے کبھی کہیں اور کبھی کہیں جانا پڑتا تھا ان کے ہاں کی سادگی کوئی اعلیٰ نمونہ نہیں۔ جس کے پاس ہو ہی نہیں اس نے شان و شوکت سے کیا رہنا ہے۔ مگر ملک عرب کا بادشاہ ہو کر لاکھوں روپیہ اپنے ہاتھ سے لوگوں میں تقسیم کر دینا اور گھر کا کام کاج بھی خود کرنا یہ وہ بات ہے جو اصحابِ بصیرت کی توجہ کو اپنی طرف کھینچے بغیر نہیں رہ سکتی۔'' (سیرۃ النبی ﷺ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 564-563)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا کمال یہاں تک ہے کہ اگر کوئی بڑھیا بھی آپؐ کا ہاتھ پکڑتی تھی تو آپؐ کھڑے ہو جاتے اور اس کی باتوں کو نہایت توجہ سے سنتے اور جب تک کہ وہ خود آپؐ کو نہ چھوڑتی آپؐ نہ چھوڑتے تھے۔'' (ملفوظات جلد 1 صفحہ 189، ایڈیشن 2022ء)

بڑی سادگی سے، عاجزی سے اس کی باتیں سنتے۔

عرب کے ایک مشہور شخص حاتم طائی کے بیٹے عدیؓ بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوا یہاں تک کہ مدینہ پہنچا اور مسجد میں داخل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہو؟ مَیں نے عرض کیا: مَیں عدی بن حاتم ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنے گھر کی طرف لے جانے لگے کہ راستے میں ایک ضعیف عورت آ گئی اور اس نے بڑی دیر تک آپؐ سے کچھ اپنی حاجت عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خاطر کھڑے رہے۔ یہ حاتم کے بیٹے کہتے ہیں: مَیں نے اپنے دل میں کہا یہ شخص بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ بادشاہوں میں ایسے اخلاق نہیں ہوتے کہ ایک غریب عورت کے ساتھ عاجزی سے کھڑے رہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لے کر اپنے مکان میں داخل ہوئے اور ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کے ریشوں سے بھرا ہوا تھا، اٹھا کر میری طرف ڈال دیا اور فرمایا: اس پر بیٹھو۔ مَیں نے عرض کیا کہ آپؐ تشریف رکھیں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں تم بیٹھو۔ آخر میں اس پر بیٹھ گیا اور آپؐ زمین پر بیٹھے۔ آپؐ کی سادگی اور عجز و انکسار دیکھ کر مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بات ہرگز بادشاہوں کی سی نہیں۔ عدیؓ کہتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش اخلاقی اور سادگی کو دیکھ کر مَیں مسلمان ہو گیا۔

(ماخوذ از السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 854 دار الکتب العلمیہ 2001ء) (ماخوذ از دائرہ معارف سیرت محمدؐ رسول اللہ جلد 9 صفحہ 441-440)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اس وقت مَیں

پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کی دوبارہ یاد دہانی کروانا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے نام پر ظالم لوگ، اصل میں تو یہ دہشت گرد ہی ہیں یا وہ لوگ جن کے اپنے ذاتی مفادات ہیں، احمدیوں پر ظلم کی انتہا کر رہے ہیں، حکومتی اہلکار بھی بعض دفعہ ان کی پشت پناہی میں لگے ہوئے ہیں۔ ملّاں کے خوف کی وجہ سے اسیران کی ضمانتیں نہیں ہوتیں یا ان کے حق میں فیصلہ کرنے سے جج ڈرتے ہیں۔ بعض جرأت والے بھی افسران ہیں اور منصف بھی ایسے ہیں جو کبھی کبھی جرأت دکھا بھی جاتے ہیں لیکن عموماً اسلام کے نام پر فسادیوں نے ملک میں ایک خوف کی فضا پیدا کی ہوئی ہے اور سب سرکاری مشینری ان سے ڈرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شریروں اور فسادیوں کی پکڑ کے جلد سامان فرمائے۔

پاکستانی احمدیوں کو بھی چاہیے کہ ان دنوں میں درود، استغفار اور دعائیں جو مَیں نے بتائی تھیں ان پر خاص طور پر زور دیں۔ نفلوں پہ زور دیں اور ان ظالموں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کے لیے بہت زیادہ دعائیں کریں۔

اللہ تعالیٰ ان کو توفیق بھی دے۔

اسی طرح

ملائیشیا میں بھی جماعت کے خلاف کافی حالات خراب ہیں۔

وہاں بھی حکومت کے بعض ادارے احمدیوں پر سختیاں کر رہے ہیں۔ ہماری مسجدوں میں چھاپے مارے جاتے ہیں۔ بلاوجہ پکڑ دھکڑ بھی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ملائیشین احمدیوں کو بھی اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

☆☆☆☆☆☆

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل ۶/ نومبر ۲۰۲۶ء، صفحہ ۱ تا ۸)

سیرت النّبی ﷺ

از تحریرات وفرمودات (سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

(تحقیق وترتیب: مکرم آصف احمد خان صاحب)

قسط نمبر:25 (حصہ سوم)

ایک واقعہ کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمتع دنیاوی کا یہ حال تھا کہ ایک بار حضرت عمرؓ آپ سے ملنے گئے۔ ایک لڑکا بھیج کر اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مکان سب خالی پڑا ہے اور کوئی زینت کا سامان اس میں نہیں ہے۔ ایک کھونٹی پر تلوار لٹک رہی ہے یا وہ چٹائی ہے جس پر آپؐ لیٹے ہوئے تھے اور جس کے نشان اسی طرح آپؐ کی پشت مبارک پر بنے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھ کر رو پڑے۔ آپؐ نے پوچھا۔ اے عمر! تجھ کو کس چیز نے رُلایا؟ عمر نے عرض کی کہ کسریٰ اور قیصر تو تنعم کے اسباب رکھیں اور آپ جو خدا تعالیٰ کے رسول اور دو جہان کے بادشاہ ہیں اس حال میں رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمر! مجھے دنیا سے کیا غرض؟ میں تو اس مسافر کی طرح گذارہ کرتا ہوں جو اونٹ پر سوار منزل مقصود کو جاتا ہو۔ ریگستان کا راستہ ہو اور گرمی کی سخت شدت کی وجہ سے کوئی درخت دیکھ کر اس کے سایہ میں ستالے اور جونہی کہ ذرا پسینہ خشک ہوا ہو وہ پھر چل پڑے۔ جس قدر نبی اور رسول ہوئے سب نے دوسرے پہلو (آخرت) کو ہی مدّ نظر رکھا ہوا تھا"

(ملفوظات [2003 ایڈیشن] جلد 4 صفحہ 51)

سفر طائف:

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا

"ہمارے ہادی کامل کو یہ دونوں باتیں دیکھنی پڑیں۔ ایک وقت تو طائف میں پتھر برسائے گئے۔ ایک کثیر جماعت نے سخت سے سخت جسمانی تکلیف دی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ جب قوم نے دیکھا کہ مصائب وشدائد سے ان پر کوئی اثر نہ پڑا، تو انہوں نے جمع ہو کر بادشاہت کا وعدہ دیا۔ اپنا امیر بنانا چاہا۔ ہر ایک قسم کے سامانِ آسائش مہیا کر دینے کا وعدہ کیا۔ حتیٰ کہ عمدہ سے عمدہ بی بی بھی۔ بدیں شرط کہ حضرت بتوں کی مذمت چھوڑ دیں۔ لیکن جیسے کہ طائف کی مصیبت کے وقت ویسی ہی اس وعدہ بادشاہت کے وقت حضرت نے کچھ پروانہ کی اور پتھر کھانے کو ترجیح دی۔ سو جب تک خاص لذت نہ ہو، تو کیا ضرورت تھی کہ آرام چھوڑ کر دکھوں میں پڑتے"

(ملفوظات [2003 ایڈیشن] جلد 1 صفحہ 11)

"مومنوں پر ابتلاء آتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس تک کیسی تکلیفیں اٹھاتے رہے۔ طائف میں گئے تو پتھر پڑے اس وقت جب آپ کے جسم سے خون جاری تھا آپ نے کیسا صدق اور وفا کا نمونہ دکھایا۔ اور کیا پاک الفاظ فرمائے کہ یا اللہ میں یہ سب تکلیفیں اس وقت تک اٹھاتا رہوں گا جب تک تُو راضی ہو"

(ملفوظات [2003 ایڈیشن] جلد 2 صفحہ 284)

مکہ میں دس سال تبلیغ کے نتیجہ میں بظاہر کوئی راہِ اسلام کے پھیلنے کی نظر نہ آتی تھی۔ اور قریش اسلام کے بارے میں کوئی بات سننے کو تیار نہ تھے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے سفر کا ارادہ فرمایا تا کہ اہل طائف کو اسلام کی براہِ راست تبلیغ کی جائے۔ طائف کا شہر مکہ سے جنوب مشرق کی طرف چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس دور میں طائف میں قبیلہ بنو ثقیف آباد تھا۔ جنکے اہل مکہ سے گہرے دیرینہ دوستانہ تعلقات تھے۔ اور رشتہ داریاں بھی تھیں۔ شوال 10 نبوی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہؓ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں دس دن قیام کیا۔ اور کئی لوگوں کو جن میں کچھ سردار بھی تھے تبلیغ کی۔ لیکن کسی نے بھی اسلام کے پیغام میں دلچسپی نہ لی۔ بلکہ تکذیب اور استہزاء سے کام لیا۔ ان میں ایک کمبخت سردار عبد یالیل تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف طائف سے چلے جانے کو کہا بلکہ شہر کے اوباش لڑکوں کو کہا کہ آپ پر پتھر برسائیں اور ان لڑکوں نے نبی معصوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسانے شروع کئے اور طائف کے شہر سے باہر تقریباً دو کوس تک برساتے رہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک زخمی ہوگیا۔ اور خون پیروں تک پہنچ کر جمنے لگا۔ طائف سے تین میل کے فاصلہ پر عتبہ بن ربیعہ کا ایک باغ تھا آنحضورؐ اس باغ میں رکے اور کچھ آرام فرمایا۔ اور ایسی حالت میں جبکہ آپ شدید زخمی حالت میں تھے۔ اور بظاہر ہر طرف سے ناامیدی کا عالم تھا آپ نے نہایت رقت بھری دعا کی جس کا ذکر حضور نے کیا ہے۔ اس دعا کے اصل عربی الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ، وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ، رَبَّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ، اِلٰی بَعِیْدٍ یَّتَجَھَّمُنِیْ وَاِلٰی عَدُوٍّ مَّلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ، اِنْ لَّمْ یَکُنْ بِکَ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِیْ غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَکَ ھِیَ اَوْسَعُ لِیْ، اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ بِہِ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مِنْ اَنْ یَّحِلَّ بِیْ غَضَبُکَ اَوْ یَنْزِلَ عَلَیَّ سَخَطُکَ، لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ۔

ترجمہ: الٰہی میں اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تجھ سے فریاد کرتا ہوں، اے درماندہ عاجز کے مالک تو مجھے کس کے حوالہ کر رہا ہے، کیا بیگانہ ترش رو کے یا میرے دشمن کے، اگر تو مجھ سے خفا نہیں تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں، تیری عافیت میرے لیے وسیع ہے، تیری ذات کے نور کے حوالہ سے جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و آخرت کے تمام مسائل حل ہوتے ہیں اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تو مجھ سے ناراض ہو جائے، ہر حال میں تیری ہی رضا مجھے مطلوب ہے، ہر طاقت وقوت کا تو ہی تنہا مالک ہے۔ (1)

طائف کے واقعات میں ایک اہم واقعہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر روشنی ڈالتا ہے یہ ہے حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ پر اُحد کے دن سے بھی زیادہ کوئی سخت دن آیا ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جو تمہاری قوم کی طرف سے پہنچا وہ تو پہنچا ہی لیکن ان کی جانب سے سب سے تکلیف دہ عقبہ کا دن تھا جب میں ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے پاس گیا۔ جس چیز کا میں نے ارادہ کیا ہوا تھا اس کا انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں واپس اس حال میں لوٹا کہ میرے چہرے پر غم کے آثار تھے۔ میں مسلسل چلتا رہا یہاں تک کہ قرن الثعالب مقام پر آپہنچا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس جگہ آکر میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل کے ٹکڑے نے مجھ پر سایہ کیا ہوا ہے۔ اور اس میں جبرائیل ہے۔ جبرائیل نے مجھے پکارا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں قوم کی باتیں سن لیں اور ان کا ردِ عمل دیکھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے کہ آپ ان (طائف والوں) کے بارے میں جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ چنانچہ پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا، مجھ پر سلامتی بھیجی اور عرض کی کہ آپ حکم فرمائیں وہی ہوگا جو آپ چاہیں گے۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان پر دونوں پہاڑ گرا دوں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا کر دے گا جو کہ خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے (2) عتبہ اگرچہ مسلمان تو نہیں تھا لیکن نامعلوم کیوں انکو خیال آیا اور انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طشتری انگوروں کی اپنے ایک عیسائی غلام عداس کے ہاتھ بھیجی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر اس جگہ قیام کیا اور پھر واپس مکہ کا سفر جاری رکھا۔ طائف اور مکہ کے درمیان نخلہ کے مقام پر جنات کے ایک گروہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے واقعات بھی تاریخ میں مذکور ہیں۔ بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے قریب پہنچ کر عرب کے دستور کے مطابق مکہ میں داخلہ کے لئے ایک عرب سردار مطعم بن عدی کی پناہ حاصل کی جسکے بعد آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ (3)

مکہ میں قحط:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ ہر طرف سے مخالفت اور تکذیب کا سامنا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو ہر حال میں عذابِ عظیم سے بچا لینا چاہتے تھے۔ سابقہ اقوام کو جس طرح بعض عارضی مصائب نے ایمان کی دولت سے مالا مال کیا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خدا تعالیٰ سے یہ دعا تھی کہ اس قوم پر بھی کچھ ایسے حالات پیدا ہوں کہ انکی

توجہ دین کی طرف ہو۔ چنانچہ اس دعا کے نتیجہ میں مکہ اور اسکے گرد و نواح میں سات سال تک قحط پڑا۔ اس کے متعلق سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا

"ایک نور تو یہ کہ جو دعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خدائے تعالیٰ نے آسمان پر اپنا قادرانہ تصرف دکھلایا اور چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ دوسرے وہ تصرف جو خدائے تعالیٰ نے جنابِ ممدوح کی دعا سے زمین پر کیا اور ایک سخت قحط سات برس تک ڈالا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ہڈیوں کو پیس کر کھایا"

(روحانی خزائن جلد 2، سرمہ چشمہ آریہ۔ حاشیہ صفحہ 64)

(سیرت النبی صفحہ 101 تا 105 مطبوعہ کنیڈا)

حوالہ جات:

(1) (سیرت النبی لابن هشام صفحه ۳۰۱، باب سعی الرسول إلى ثقيف يطلب النصرة - مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت 2001ء)

(2) (صحيح البخاری كتاب بدء الوحی باب اذا قال احدكم آمين و الملائكة حديث 3231)

(3) (سیرت النبی لابن هشام صفحه ۳۰۱، باب سعی الرسول إلى ثقيف يطلب النصرة - مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت 2001ء)



تذکار مھدی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی روایات

مرتبہ مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب

خدا نے جس طرح سمجھایا اسی طرح میں نے کیا

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ کا بہت مداح ہوں لیکن ایک بڑی غلطی آپ سے ہوئی۔ آپ جانتے ہیں علماء کسی کی بات نہیں مانا کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں اگر مان لی تو ہمارے لئے موجبِ ہتک ہو گی۔لوگ کہیں گے یہ بات فلاں کو سوجھی انہیں نہ سوجھی اس لئے ان سے منوانے کا یہ طریقہ ہے کہ ان کے منہ سے ہی بات نکلوائی جائے۔ جب آپ کو وفاتِ مسیح کا مسئلہ معلوم ہوا تھا تو آپ کو چاہئے تھا چیدہ چیدہ علماء کی دعوت کرتے اور ایک میٹنگ کر کے یہ بات ان کے سامنے پیش کرتے کہ عیسائیوں کو حیاتِ مسیح کے عقیدہ سے بہت مدد ملتی ہے اور وہ اعتراض کر کے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارا نبی فوت ہو گیا اور ہمارے مذہب کا بانی آسمان پر ہے اس لئے وہ افضل بلکہ خود خدا ہے اس کا کیا جواب دیا جائے؟اس وقت علماء یہی کہتے آپ ہی فرمائیے اس کا کیا جواب ہے آپ کہتے کہ رائے تو دراصل آپ لوگوں کی ہی صائب ہوسکتی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ فلاں آیت سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہوسکتی ہے۔ علماء فوراً کہہ دیتے کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ کر کے اعلان کیجئے ہم تائید کے لئے تیار ہیں۔ پھر اس طرح یہ مسئلہ پیش ہوجاتا کہ حدیثوں میں مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر ہے مگر جب مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے تو اس کا کیا مطلب سمجھا جائے گا اس پر کوئی عالم آپ کے متعلق کہہ دیتا آپ ہی مسیح ہیں اور تمام علماء نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دینی تھی۔ یہ تجویز سن کر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا اگر میرا دعویٰ انسانی چال سے ہوتا تو میں بے شک ایسا ہی کرتا مگر یہ خدا کے حکم سے تھا۔ خدا نے جس طرح سمجھایا اسی طرح میں نے کیا۔ تو چالیں اور فریب انسانی چالوں کے مقابل میں ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کی جماعتیں ان سے ہرگز نہیں ڈر سکتیں یہ ہمارا کام نہیں خود خدا تعالیٰ کا کام ہے۔

(خطباتِ محمود جلد 12 صفحہ 196,197)

”آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایک دفعہ الہام ہوا کہ ”آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے“ اس کا بھی یہی مفہوم ہے کہ ہمارے دل میں عشقِ الٰہی کی آگ شعلہ زن ہے۔ اس آگ کے مقابلہ میں ظاہری آگ کی کیا حیثیت ہے۔ ایک گرم تو انسان کے ہاتھ کو جلا دیتا ہے مگر انگارے کو نہیں جلا سکتا اسی طرح آگ اس شخص کو نہیں جلا سکتی جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ بھڑک رہی ہو۔ چنانچہ اُسی وقت بادل آیا اور برسا اور وہ آگ ٹھنڈی ہوگئی اور یہ معجزہ دیکھ کر اس کی قوم کے بعض لوگوں کے دلوں میں ایمان پیدا ہو گیا اور اس کے لئے سلامتی کے سامان پیدا ہو گئے۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ابتداء میں اس آیت کے یہ معنے کیا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی مخالفت کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ مجھے یاد ہے 1903ء میں جب ایک شخص عبد الغفور نے جو اسلام سے مرتد ہو کر آریہ ہو گیا تھا اور اس نے اپنا نام دھرم پال رکھ لیا تھا ”ترکِ اسلام“ نامی کتاب لکھی— تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب لکھا— جو ”نور الدین“ کے نام سے شائع ہوا— یہ کتاب روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنائی جاتی تھی۔ جب دھرم پال کا یہ اعتراض آیا کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ ٹھنڈی ہوئی تھی تو دوسروں کے لئے کیوں نہیں ہوتی اور اس پر حضرت خلیفہ اول کا یہ جواب سنایا گیا کہ اس جگہ ”نار“ سے ظاہری آگ مراد نہیں بلکہ مخالفت کی آگ مراد ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس تاویل کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے ابراہیم کہا ہے اگر لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کس طرح ٹھنڈی ہوئی تو وہ مجھے آگ میں ڈال کر دیکھ لیں کہ آیا میں اس آگ میں سے سلامتی کے ساتھ نکل آتا ہوں یا نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”نور الدین“ میں یہی جواب لکھا اور تحریر فرمایا کہ:

”تم ہمارے امام کو آگ میں ڈال کر دیکھ لو۔ یقیناً خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق اسے اس آگ سے اسی طرح محفوظ رکھے گا جس طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محفوظ رکھا تھا۔“

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 614)

(تذکار مہدی 216 تا 218)

****

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے

منظوم کلام حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے — حاصل ہو تم کو دید کی لذت خدا کرے
توحید کی ہو لب پہ شہادت خدا کرے — ایمان کی ہو دل میں حلاوت خدا کرے
پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے — سرزد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے
حاکم رہے دلوں پہ شریعت خدا کرے — حاصل ہو مصطفیٰؐ کی رفاقت خدا کرے
مٹ جائے دل سے زنگِ رذالت خدا کرے — آجائے پھر سے دورِ شرافت خدا کرے
مل جائیں تم کو زہد و امانت خدا کرے — مشہور ہو تمہاری دیانت خدا کرے
بڑھتی رہے ہمیشہ ہی طاقت خدا کرے — جسموں کو چھو نہ جائے نقاہت خدا کرے
مل جائے تم کو دین کی دولت خدا کرے — چمکے فلک پہ تارۂ قسمت خدا کرے

کلام محمود صفحہ 252-253

جماعت احمدیہ ارم لین سری نگر میں جلسہ سیرت النبی ﷺ کا انعقاد

جماعت احمدیہ ارم لین سری نگر کے زیر اہتمام مؤرخہ 28/ اگست 2026 بعد نماز مغرب وعشاء جلسہ سیرت النبی ﷺ منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت خاکسار راجہ امتیاز احمد خان، صدر جماعت احمدیہ ارم لین نے کی۔

جلسہ کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم مع اُردو ترجمہ سے ہوا جس کی سعادت محترم ڈاکٹر جاوید راتھر صاحب نے حاصل کی۔ بعد ازاں عزیزم اَذان مظفر لون نے نظم پیش کی۔

جلسہ میں محترم مولوی شمس الضحیٰ سرکار صاحب اور محترم مولوی جاوید احمد نجار صاحب مربی مقامی جماعت نے سیرتِ طیبہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے مختلف ایمان افروز اور سبق آموز پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

آخر میں صدر جماعت نے مختصر صدارتی خطاب کیا اور دُعا کروائی، جس کے ساتھ یہ بابرکت پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ جلسہ میں کثیر تعداد میں انصار و خدام نے شرکت کی جب کہ لجنہ اماء اللہ کی ممبرات نے آن لائن شرکت کی۔

جلسہ کا مقصد آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ سیرت، اعلیٰ اخلاق اور اسوۂ حسنہ کو اجاگر کرتے ہوئے حاضرین کے دلوں میں محبت رسول ﷺ اور آپؐ کی اتباع کا جذبہ پیدا کرنا تھا۔

خاکسار: صدر جماعت ارم لین (کشمیر)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”شرک کی مثال افیم کی ہے کہ وہ عادت ہوجاتی ہے جس کا چھوڑنا محال ہے۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 344۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان ومرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

”یہ اعزاز، یہ عہدہ، یہ خدمت کا فائدہ تبھی ہے جب دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی سوچ ہو، نیک نیتی ہو، اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف توجہ ہو اور سچائی پر قائم رہنے والا انسان ہو، تقویٰ پر چلنے والا ہو۔“

(خطبہ جمعہ 21/ جون 2013ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شکیل احمد گنائی صاحب مرحوم (دار الرحمت، جماعت احمدیہ ریشی نگر، کشمیر)

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج — جس کی فطرت نیک ہو وہ آئیگا انجام کار (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

V-CARE
Food Plaza
Fast Food Restaurant

!! COME HUNGRY !! LEAVE HAPPY !!

Contact : 7250780760
Ramsar Chowk, Ram Das Gupta Path,
Bhagalpur - 812002 (Bihar)

طالب دعا: خالد ایوب (جماعت احمدیہ بھاگلپور، صوبہ بہار)

مجلس عرفان

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ احمدیہ مسلم ویمن سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (AMWSA) کینیڈا کی طالبات کے ایک وفد کی ملاقات

(بقیہ مجلس عرفان از شمارہ نمبر 44-43)

اپنی ایک خاص حیثیت بناؤ۔ اپنی identity کو establish کرو، یہی اصل کام ہے، یہ کرلو گی تو تم ایک ambassador بن جاؤ گی۔ کہتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کی کس طرح پہچان کریں، تو خلیفۂ وقت کی پہچان کروانے والے تم لوگ ہو، تو پہلے خود سمجھو اور پھر خلیفۂ وقت کی ambassador بنو اور جماعت کا یہ پیغام پہنچاؤ

امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے ایک سو ستالیس (۱۴۷) رکنی وفد کو شرفِ ملاقات حاصل ہوا، جس میں احمدیہ مسلم ویمن سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (AMWSA) کینیڈا سے تعلق رکھنے والی ۱۰۷؍طالبات، جبکہ دیگر شرکاء میں اراکینِ نیشنل مجلسِ عاملہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا بھی شامل تھیں۔ یہ ملاقات ایوان مسرور، اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں منعقد ہوئی۔ مذکورہ وفد نے خصوصی طور پر اس ملاقات میں شرکت کی غرض سے کینیڈا سے برطانیہ کا سفر اختیار کیا۔

آخر میں حضورِ انور نے اپنے ذاتی تجربے کی روشنی میں اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسے اور دعا کی حقیقی تاثیر کی اہمیت کو اِس طرح سے واضح فرمایا کہ کیونکہ میرے ساتھ تو یہی experience ہوا ہے، مَیں نے خود بھی تجربہ کیا ہوا ہے کہ جب مَیں سٹوڈنٹ تھا، میرا paper بہت خراب ہوا تو مَیں رویا اور نماز پڑھی۔ اور ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ مَیں پاس ہو گیا، وہ یونیورسٹی نے کوئی فیصلہ کر دیا کہ کیونکہ paper مشکل تھا، اس لیے ان سب کو grace marks ملیں گے۔ مجھے grace marks مل گئے تو مَیں پاس ہو گیا، نہیں تو مَیں پاس نہ ہوتا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نظر آتا ہے۔ یہ باتیں سامنے رکھو تو پھر اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ مَیں ہوں اور پھر جب اس طرح آدمی دعا کر رہا ہوتا ہے، پھر دعا کرنے کا مزہ بھی آتا ہے۔

ہیلتھ سائنسز اور نفسیات کی ایک طالبہ نے حضورِ انور سے دریافت کیا کہ وہ اپنے زمانۂ طالب علمی میں دباؤ اور پریشانی کے حالات سے کس طرح نبرد آزما ہوتے تھے؟

اس پر حضورِ انور نے اپنے مؤخّر الذکر جواب کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے وضاحت فرمائی کہ جب کوئی بات غلط ہو جائے یا ذہنی دباؤ پیدا کرے، تو سب سے مؤثر حل اللہ کی طرف رجوع کرنا اور خلوصِ دل کے ساتھ دعا کرنا ہوتا ہے۔ نیز اس بات پر زور دیا کہ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ پانچ وقت کی نماز پابندی سے ادا کی جائے۔ جب انسان خدا کی بارگاہ میں ایسی حالت میں دعا کرتا ہے کہ اس کے پاس کوئی اور امید نہیں رہتی، تو اللہ تعالیٰ اپنی بے پناہ رحمت سے اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ حضورِ انور نے طالبہ کو اس مسلمہ اصول کی تصدیق کے طور پر اس کی سابقہ قبول شدہ دعاؤں کے تجربات بھی یاد دلائے۔ حضورِ انور نے اس حقیقتِ حال کو بھی اُجاگر فرمایا کہ آجکل کے لوگ ماضی کی نسلوں کے مقابلے میں زیادہ جلد جذباتی ہو کر دباؤ میں آجاتے ہیں، اس لیے روحانی اور جذباتی مضبوطی پیدا کرنا بھی اشد ضروری ہے۔

ایک طالبہ نے سوال کیا کہ

ہم پیدائشی احمدی ہونے کے ناطے بچپن سے ہی یہ سیکھتے ہیں کہ خلافت کی بہت اہمیت ہے، لیکن یہ بات ہمیشہ وضاحت سے نہیں بتائی جاتی کہ کیوں؟ جب ہم بڑے ہوتے ہیں اور ہماری سمجھ بوجھ میں اضافہ ہوتا ہے، تو ہم کس طرح خلافت کی اہمیت پر اپنے ایمان کو مزید مضبوط اور پختہ کر سکتے ہیں؟

اس پر حضورِ انور نے فرمایا کہ اگر صرف یہی بتایا جاتا ہے کہ Khilafat is important اور یہ نہیں بتایا جاتا کہ کیوں؟ تو پھر تمہارے parents بھی غلط کرتے ہیں۔ ہر جو بھی آرگنائزیشن ہے، اس میں کوئی لیڈرشپ ہوتی ہے۔

دنیاوی لیڈرشپ کی مثال کے ذریعے حضورِ انور نے روحانی لیڈرشپ کی اہمیت کو واضح فرمایا کہ کسی بھی جگہ آپ کو assignments ملتی ہیں یا آپ کو بہت دفعہ یونیورسٹی میں ایک ایسی assignment ملتی ہے، جو گروپ کی صورت میں ہوتی ہے، اس میں آپ کا ایک لیڈر بنا دیا جاتا ہے کہ discuss کرو اور اس کا جو بھی outcome ہو یا جس conclusion پر پہنچو، اِس پر پھر اُس کی رپورٹ بنا کے تو لیڈر پریزنٹ کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خلافت کا نظام رکھا ہے۔ نبی کے بعد اس نظام کو چلانے کے لیے کوئی successor چاہیے، نہیں تو ہر ایک اپنی اپنی مسجد بنا لے گا۔ جس طرح مسلمانوں میں اب دیکھو کہ seventy two sects بن چکی ہیں، ہر school of thought نے اپنی jurisprudence کے حساب سے، اپنے اپنے فقہ کے حساب سے، اپنے دین بنا لیے کہ کوئی حنفی ہے، کوئی مالکی ہے اور کوئی شیعہ ہے۔ اب ان میں بھی مختلف گروپس ہیں، شیعوں میں بھی کئی گروپس ہیں، سنیوں میں بھی کئی گروپس ہیں اور کوئی ایک لیڈر نہیں۔

نظامِ خلافت کی اہمیت کو مزید اُجاگر فرماتے ہوئے حضورِ انور نے توجہ دلائی کہ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم جماعت سے وابستہ رہنا اور جماعت اس وقت ہو گی کہ جب تم اپنا ایک لیڈر بناؤ گے۔ اور پھر یہ بھی بتایا کہ چودھویں صدی میں مسیح موعودؑ آئیں گے اور جب وہ claim کرے گا، تو اس کے بعد پھر خلافت کا نظام چلے گا تا کہ اس system کو جاری رکھے۔ خلافت کا جو system آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے مسیح موعودؑ کو ملا اور مسیح موعودؑ نے اس کو further آگے elaborate کیا، بیان کیا اور پھیلایا۔ وہی مشن جو ہے، اس کو آگے چلانا ہے اور اس مشن کو چلانے کے لیے خلافت ہے اور خلافت کے لیے پھر ساتھ چلنے کے لیے ایک ٹیم اور ایک system ہونا چاہیے، وہ سارا system جماعتِ احمدیہ میں تمہیں نظر آتا ہے، آج کل دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتا کہ ساری دنیا میں ایک system ہو۔

حضورِ انور نے خلافتِ احمدیہ کو دنیا بھر کے اتحاد اور مسائل کے حل کا واحد ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ مصر میں دین کا اپنا ایک نظام چل رہا ہے، الازہر والے اپنا کہتے ہیں، پاکستان میں سُنّیوں کی علیحدہ تنظیم ہے، ہندوستان میں سُنّیوں کی علیحدہ تنظیم ہے۔ جو دنیا کے سارے سُنّی ہیں، ایک بہت بڑی تعداد میں ہیں، لیکن under one banner کوئی بھی نہیں ہے صرف جماعتِ احمدیہ ایک خلافت کے تحت دنیا میں دو سو سے زیادہ ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ تو یہی خلافت کا مقصد ہے اور یہی اس کی importance ہے کہ آپ کو ایک لیڈرشپ ملی ہوئی ہے، جو آپ کو گائیڈ کرتی رہتی ہے، جو آپ دنیا کی خبریں لیتی ہے اور اس کے مطابق تربیت بھی کرتی رہتی ہے اور یہی مجھے بہت سارے لوگ خط بھی لکھتے ہیں۔

عالمی یکجہتی کے تناظر میں حضورِ انور نے برکاتِ خلافت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آج مَیں ایک بات پر خطبہ دیتا ہوں کہ کینیڈا میں اگر کسی کے matrimonial مسائل ہیں، تو اس کو base بنا کے مَیں کہتا ہوں کہ یہ یہ مسئلے پیدا ہو رہے ہیں، تو یو کے والے کہتے ہیں کہ ہاں! ہمارا بھی یہ مسئلہ ہے۔ ترکی میں ترکش لوگ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارا بھی یہ مسئلہ ہے، رشیا سے even رشین لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے یہ مسئلے ہیں، آپ نے بتایا تو ہمارے مسائل حل ہو گئے۔ ساؤتھ امریکہ میں جاؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ یہ سوال جواب جو آپ نے کیا اس سے ہمارا جواب بھی مل گیا اور مسئلہ حل ہو گیا۔ تو ایک unity ہے اور وہ کس لیے کہ under one banner خلافت کے تحت ہیں۔ [حضورِ انور نے اپنے دونوں دستِ مبارک کو باہم ملاتے ہوئے فرمایا کہ] یہی خلافت کا مقصد ہے کہ ہاتھ کو جوڑ کے رکھنا، اس کو سمجھ لو گے، تو ٹھیک رہو گے، نہیں تو ہر ایک کی اپنی اپنی ڈیڑھ اِنچ کی مسجد ہو گی اور کامیابی نہیں ہو گی۔

آخر میں حضورِ انور نے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے خلافت کو ناگزیر قرار دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ کیوں مسلمانوں پر اتنے ظلم ہو رہے ہیں، آخر دنیا میں نائن بلین population ہے، اس میں almost two billion مسلمان ہیں اور fifty four countries مسلمانوں کی ہیں اور پیسہ بھی ہے، دولت بھی ہے، تیل بھی ہے۔ اسرائیل نے فلسطینیوں کو مارا، کوئی کھڑا نہیں ہوا، کس لیے کہ کوئی گائیڈ نہیں تھا، راہنمائی کرنے والا نہیں تھا اور کوئی اُن کو protect کرنے والا نہیں تھا۔ ہر ایک کے اپنے western interest تھے، تو ان کے لیے کچھ نہیں کیا۔ تو اگر ایک بینر کے اندر ہوتے، تو یہ چیزیں پیدا نہ ہوتیں، یہی خلافت کا فائدہ ہے۔

نفسیات کی ایک طالبہ نے حضورِ انور کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ

رشتہ کے عمل میں عموماً لڑکی کے گھر والے پردہ یا حجاب میں تصویر بھیجتے ہیں، اکثر لڑکے والوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اس طرح لڑکی کی شخصیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے، اس لیے وہ بغیر حجاب کے تصویر کی درخواست کرتے ہیں۔ ایسے مواقع پر خاندان یہ سمجھ نہیں پاتے کہ کیا ایسی تصویر دینا درست ہے یا نہیں؟

اس پر حضورِ انور نے استفہامیہ انداز میں دریافت فرمایا کہ کیا انہوں نے شادی شکل سے کرنی ہے، اس کے اخلاق سے کرنی ہے، اس کی تعلیم سے کرنی ہے یا اس کے جسم کو دیکھ کے یا اس کے بالوں کو دیکھ کے رشتہ کرنا ہے؟

رشتہ طے کرتے وقت لڑکی کی شکل دیکھنے کی شرعی اہمیت کے حوالے سے حضورِ انور نے واضح فرمایا کہ شکل ضرور دیکھنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تھا، بہت، سو دفعہ آپ یہ واقعہ سن چکے ہیں، ہر جگہ بیان بھی ہوتا ہے کہ وہ کہنے لگا کہ فلاں جگہ رشتہ کرنا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے لڑکی کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ وہ گیا اور اس نے جا کے اس کے والد کو باہر بُلایا اور کہا کہ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو مَیں رشتہ کرنا چاہتا ہوں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ پہلے لڑکی کو دیکھ لو۔ اس وقت پردے کا حکم آ گیا تھا، والد ناراض ہوا کہ تم میری لڑکی کو دیکھنے والے کون ہوتے ہو، وہ اس طرح سے کوئی جانور ہے، جس کو مَیں تمہارے سامنے بیچنے کے لیے رکھوں گا۔ لڑکی یہ سُن رہی تھی، وہ فوراً گھر کے دروازے سے باہر نکلی، پردے سے اپنا منہ دکھایا اور اس نے کہا کہ مجھے دیکھ لو، اگر تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، تو کوئی انکار نہیں، میرا باپ غلط کہہ رہا ہے۔ اس لڑکے پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے نظر جھکالی، وہ کہنے لگا کہ اتنی نیک لڑکی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مان رہی ہے، اِس کی شکل دیکھنے کی مجھے ضرورت نہیں۔

نیز اس بات کی اہمیت پر زور دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رشتوں کو دیکھنے کے لیے نیکی کو دیکھا کرو، نہ شکل دیکھو، نہ دولت دیکھو، نہ خاندان دیکھو، صرف دین دیکھو۔ اگر دین ہے اور اگر لڑکے اتنے نیک ہو جائیں تو پھر ٹھیک ہے۔

رشتہ طے کرنے میں کامل بصیرت اور تربیت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا کہ جو لڑکے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا نہیں، پھر بعض دفعہ ایسے کیس میرے پاس آتے ہیں، وہ دیکھ لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہاں ہاں! بڑا ٹھیک رشتہ ہے، پھر جب منگنی ہو جاتی ہے اس کے بعد جب پاکستان سے یا کسی اور ملک سے جا کے وہاں منگنی

کر لی اور وہاں گئے تو اس کو کوئی اور بہتر شکل نظر آ گئی، تو انہوں نے کہہ دیا کہ نہیں نہیں! اس میں یہ نقص تھا وہ نقص تھا، لڑکیوں میں نقص نکالنے لگ جاتے ہیں۔ تو یہ کیا گارنٹی ہے کہ آپ کی پوری تصویر دیکھ کے وہ نقص نہیں نکالیں گے؟ ہاں! اگر شکل دیکھنے کے بعد اس طرف inclined ہیں کہ ہم نے رشتہ کرنا ہے تو پھر دعا کریں اور لڑکے کا یہی کام ہے، یہی جماعت کی تربیت اور نظام کا کام ہے، اس لیے رشتہ ناطہ کمیٹی بنائی ہوئی ہے کہ وہ لڑکوں اور لڑکیوں کی بھی counselling کریں اور وہ دیکھیں اور پوری طرح تربیت کریں کہ نظام یہ ہے کہ اگر تجویز پسند آ گئی تو پھر ٹھیک ہے کہ اس وقت لڑکے کی فیملی لڑکی کی فیملی کے گھر آئے، لڑکی سامنے بھی آ سکتی ہے، آپس میں بیٹھ کے بات بھی کر سکتے ہیں، کھانا بھی کھا سکتے ہیں۔ اس میں اس کے behaviour کا، کیریکٹر کا اور etiquettes کا سارا کچھ لڑکی کو بھی لڑکے کو بھی پتا لگ جائے گا کہ کون کیسا ہے۔

کردار اور رویّے کے امور کو رشتہ طے کرتے وقت مقدّم رکھنے کی بابت حضورِ انور نے تلقین فرمائی کہ اگر کوئی جانوروں کی طرح لڑکی کھانا کھا رہی ہے، تو لڑکا کہے گا کہ خدا حافظ! اور لڑکا اگر جانوروں کی طرح حرکتیں کر رہا ہے تو لڑکی کہے گی کہ خدا کا واسطہ ہے کہ مَیں ایسی شادی نہیں کرتی۔ جو کیس سامنے آ رہے ہیں، اس سے پتا چلتا ہے کہ پردہ حجاب تو بعد کی بات ہے، عموماً تو یہی ہوتا ہے کہ لڑکیاں انکار کر دیتی ہیں اور لڑکی والوں کا یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ لڑکے کی جاب اچھی ہے، اس کا گھر اپنا ہے یا اپنے ماں باپ کے ساتھ رہے گا، یہ دیکھتے نہیں کہ چھ مہینے یا سال اگر ماں باپ کے ساتھ رہنا پڑے تو کوئی ہرج نہیں۔ اسی طرح لڑکا کہتا ہے کہ اچھا زیور آئے گا، جہیز آئے گا، خاندان کیسا ہے، تو یہ باتیں سب بیوقوفوں والی باتیں ہیں۔

حضورِ انور نے رشتہ طے کرنے میں دعا اور اسلامی اصولوں کی پاسداری کو کامیابی کی کلید قرار دیتے ہوئے فرمایا تو دونوں کو دعا کر کے فیصلہ کرنا چاہیے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اصول بتایا ہے اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اگر یہ ہو گا تو بڑے کامیاب رشتے ہوں گے۔ اگر نہیں! تو پھر دنیاداری ہے۔ تو پھر چاہے آپ چہرہ دکھا لیں یا بیٹھ کے دیکھ لیں، تو پھر آپ کا کیا خیال ہے کہ غیروں میں جو dating ہوتی ہے یا باہر پھرتے رہتے ہیں یا دوستیاں لگاتے رہتے ہیں، وہ شادیاں کامیاب ہوتی ہیں؟ کئی شادیاں ایسی ہیں، مجھ سے بھی لوگوں نے اجازت لی ہے، بعض احمدی لڑکیوں نے بھی کہا کہ فلاں لڑکا اچھا ہے، مسلمان ہے یا کوئی عیسائی ہے، تو احمدی ہونے کو تیار ہے، وہ رشتوں کی خاطر چلو تیار بھی ہو جاتے ہیں، لیکن کیا ہوتا ہے کہ چھ مہینے، سال یا دو سال کے بعد شادی ہو بھی جاتی ہے یا دو بچے پیدا ہو گئے، تو تب separation ہو جاتی ہے، تو اس کا فائدہ کیا ہے اور ایسی marriages میں separation اور طلاق کی percentage کہیں زیادہ ہے۔

آخر میں حضورِ انور نے اس اہم اور بنیادی اَمر کی جانب بھی توجہ دلائی کہ دعا کرو کہ نیک نصیب اللہ کرے اور سب کے نیک رشتے ہو جائیں اور نیک خاوند مل جائیں۔ نیک نصیب ہونے کی دعا کرنی چاہیے۔ حضرت اتاں جان سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا بھی لڑکیوں کو یہی نصیحت کرتی تھیں کہ اپنے نیک نصیب ہونے کی دعا چھ سات سال کی عمر میں شروع کر دیا کرو۔ (باقی آئندہ۔۔۔ انشاء اللہ)

(بشکریہ روزنامہ الفضل یکم/ نومبر 2025ء)

***

درخواستِ دُعا

خاکسار کو حال ہی میں اللہ تعالیٰ نے نئے گھر میں شفٹ ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ گھر ہمارے لئے باعث امن وسکون اور خیر و برکت ہو اور اس سے بہتر گھر آخرت میں بھی نصیب ہو۔ آمین

خاکسار

ظہور احمد لون ولد مکرم رحمت اللہ صاحب مرحوم

چک ایمر چھ خانپورہ ضلع کولگام کشمیر

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”شرک کی مثال افیم کی ہے کہ وہ عادت ہو جاتی ہے جس کا چھوڑنا محال ہے۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 344۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

”یہ اعزاز، یہ عہدہ، یہ خدمت کا فائدہ تبھی ہے جب دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی سوچ ہو، نیک نیتی ہو، اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف توجہ ہو اور سچائی پر قائم رہنے والا انسان ہو، تقویٰ پر چلنے والا ہو۔“

(خطبہ جمعہ 21/ جون 2013ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شکیل احمد گنائی صاحب مرحوم (دار الرحمت، جماعت احمدیہ ریشی نگر، کشمیر)

نماز جنازہ حاضر و غائب

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۴/ اپریل ۲۰۲۶ء بروز ہفتہ بارہ بجے بعد دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر مکرم چودھری عطاء اللہ باجوہ صاحب (آف ظفروال ضلع نارووال۔ حال یوکے) کی نماز جنازہ حاضر اور چھ مرحومین کی نمازِ جنازہ غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

مکرم چودھری عطاء اللہ باجوہ صاحب (آف ظفروال ضلع نارووال۔ حال یوکے)

۲۷/ مارچ ۲۰۲۶ء کو ۸۴ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چودھری فضل دین صاحب رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت چودھری حسن دین صاحب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ مرحوم کو یوکے آنے سے پہلے نارووال میں قائمقام امیر جماعت اور نائب امیر ضلع کے علاوہ ظفروال میں مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ آپ نماز اور روزہ کے پابند، صلح پسند، سادہ مزاج، خلافت کے ساتھ گہری محبت رکھنے والے، بڑے بے نفس، نیک اور مخلص انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

نماز جنازہ غائب

۱۔ مکرمہ نصرت بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عبد الغفور صاحب مرحوم (ربوہ)

۲۰/ نومبر ۲۰۲۵ء کو ۸۷ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے دادا مکرم غور دین صاحب کے ذریعہ ہوا جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور مبارک میں بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، سادہ طبیعت کی مالک، صفائی پسند، غریب پرور، مہمان نواز، متوکل علی اللہ، بڑی نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ مہینہ شروع ہوتے ہی بڑی خوشی سے سب سے پہلے چندہ ادا کرتیں۔ آپ کے گھر میں اکثر جماعتی پروگرام ہوتے اور باوجود بیماری کے ان میں بڑے شوق سے شامل ہوتیں۔ گھر میں کام کرنے والیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتیں اور جو خود کھاتیں وہی ان کو کھلاتیں۔ اپنے حلقہ میں یتیم بچوں کا وظیفہ لگایا ہوا تھا اور ہر ماہ باقاعدگی سے ان کی مدد کرتیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں چار بیٹے، چار بیٹیاں اور پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک نواسے مکرم حافظ احتشام احمد مومن صاحب (مربی سلسلہ) اس وقت برازیل میں اور ایک پوتے مکرم نعمان احمد صاحب... خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

۲۔ مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چودھری ناصر احمد صاحب مرحوم (ربوہ)

۲۷/ جنوری ۲۰۲۶ء کو ۹۵ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت رحیم بخش صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ مرحومہ نماز اور روزہ کی پابند، خلافت سے گہرا تعلق رکھنے والی، ہر تحریک پر لبیک کہنے والی، بڑی ملنسار اور خوش اخلاق خاتون تھیں۔ اولاد کی اچھی تربیت کی۔ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے والی تھیں۔ جب تک صحت رہی جماعتی خدمت اور دعوت الی اللہ کی توفیق پائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹے، پانچ بیٹیاں اور پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں شامل ہیں۔

۳۔ مکرمہ جمیلہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم نواز احمد بھلی صاحب مرحوم (کینیڈا)

۲۲/ فروری ۲۰۲۶ء کو ۸۱ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، بڑی ملنسار، خوش اخلاق اور نافع الناس خاتون تھیں۔ خلافت اور جماعت کے ساتھ انتہائی محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔ چندہ جات کی ادائیگی میں بڑی مستعد تھیں اور ہر ماہ باقاعدگی سے چندہ ادا کرتی تھیں۔ مرحومہ نے شادی سے قبل لجنہ کے مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق پائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ مرحومہ کے ایک پوتے مکرم ابتسام کاشف صاحب جامعہ احمدیہ... میں درجہ خامسہ کے طالبعلم ہیں۔

۴۔ مکرمہ زاہدہ خانم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد افضل صاحب (آف پٹنی ہیتھ۔ یوکے)

۱۵/ نومبر ۲۰۲۵ء کو ۷۶ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت عطا محمد صاحب رضی اللہ عنہ (آف لنگڑوعہ) صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی تھیں۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار، غریبوں کا خیال رکھنے والی، بڑی ہمدرد، ملنسار، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ چک نمبر ۱۳۲ ضلع ساہیوال میں بطور صدر لجنہ اماء اللہ خدمت کی توفیق پائی اور احمدی اور غیر احمدی بچیوں کو قرآن کریم بھی پڑھاتی رہیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ تین بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔

۵۔ مکرم ملک منور احمد خان صاحب ابن مکرم ملک محمد احمد خان صاحب (دیپال پور ضلع اوکاڑہ)

۲۵/ جنوری ۲۰۲۶ء کو ۶۴ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، پرہیزگار، صاف گو، بڑے شفیق، ہمدرد، ملنسار، مخلص اور باوفا انسان تھے۔ حقوق العباد کا بہت خیال رکھتے اور بیماروں کی بیمار پرسی آپ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو تھا۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔

۶۔ مکرم لعل دین صاحب ابن مکرم حاجی غلام رسول صاحب (کینیڈا)

۳۱/ جنوری ۲۰۲۶ء کو ۵۸ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کینیڈا جماعت کے فعال رکن تھے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، بڑے خوش اخلاق اور مخلص انسان تھے۔ آپ نے مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق پائی۔ کینیڈا میں مربی اطفال کے طور پر بھی خدمت بجالاتے رہے۔ رمضان میں مسجد میں معتکفین کی خدمت کے لیے بھی پیش پیش رہتے تھے۔ آپ نے زندگی میں متعدد بار عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

☆...☆...☆

خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب

اللہ تعالیٰ کی صفت ''الحکیم''

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 21/ دسمبر 2007ء بطرز سوال و جواب
بمنظوری سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس عظیم رسول کے لیے دعا کی تھی؟

جواب : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نسل میں ایک ایسے عظیم رسول کی بعثت کے لیے دعا کی تھی جو اللہ تعالیٰ کی آیات لوگوں کو سنائے، انہیں کتاب کی تعلیم دے، حکمت عطا کرے اور ان کا تزکیہ کرے۔ یہ دعا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں پوری ہوئی۔

سوال : حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے الفاظ کیا ہیں؟

جواب : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (البقرۃ: 130) ''اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث کر جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور حکمت بھی سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔ یقیناً تو ہی کامل غلبے والا اور حکمت والا ہے۔''

سوال : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی کن دو صفات کا ذکر کیا؟

جواب : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی دو صفات کا ذکر کیا:

اَلْعَزِيْزُ کامل غلبے والا۔ اَلْحَكِيْمُ حکمت والا۔

سوال : ''الحکیم'' کا بنیادی مفہوم کیا ہے؟

جواب : ''الحکیم'' سے مراد وہ ذات ہے جو کامل حکمت رکھنے والی ہے، جس کا کوئی کام بے مقصد یا بے حکمت نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ، ہر حکم، ہر تقدیر اور ہر تدبیر اپنی جگہ کامل حکمت رکھتی ہے۔

سوال : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کے متعلق کن چار امور کی دعا کی؟

جواب : چار امور یہ تھے:

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سنائے۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ انہیں کتاب کی تعلیم دے۔

وَالْحِكْمَةَ انہیں حکمت سکھائے۔

وَيُزَكِّيْهِمْ ان کا تزکیہ کرے۔

سوال : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کس مقصد کے تحت کی تھی؟

جواب : حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراست اور یقیناً الہام کے ذریعہ یہ ادراک تھا کہ انسانی ذہنی، علمی اور روحانی ترقی آگے بڑھنی ہے۔ اس لیے انہوں نے دعا کی کہ جب انسانیت ترقی کے ایک ایسے دور میں پہنچے جہاں ایک عظیم عالمی اور روحانی تعلیم کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ ایک ایسا رسول مبعوث فرمائے جو انسانیت کی رہنمائی کرے۔

سوال : حضرت ابراہیمؑ کی دعا کس طرح پوری ہوئی؟

جواب : اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، جو آخری شرعی کتاب قرآن کریم لے کر آئے اور جن کی تعلیم قیامت تک تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔

سوال : آنحضرت ﷺ کے مقام کے متعلق خطبہ میں کیا بیان ہوا؟

جواب : آپؐ افضل الرسل اور خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی بندگی، عبادت، قربانی اور اطاعت کے ایسے اعلیٰ معیار قائم کیے جو بے مثال ہیں۔

سوال : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں ''آیات'' سے کیا مراد لی؟

جواب : ''آیات'' کے کئی معانی ہیں، مثلاً: نشان، معجزہ، عبرت کی بات، ایسی چیز جس کے ذریعے کسی پوشیدہ حقیقت کا علم ہو، قرآن کریم کی آیات یا حصے۔

خطبہ میں اس کے مختلف معانی کی روشنی میں بتایا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ایسے دلائل، نشانات اور معجزات دکھانے والے تھے جن کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے۔

سوال : ''آیت'' کے معنی نشان کیوں ہیں؟

جواب : کیونکہ آیت ایسی چیز ہے جو کسی دوسری حقیقت کی طرف رہنمائی کرے۔ کائنات میں موجود اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اس کی قدرت، حکمت اور وجود کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

سوال : آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے لوگوں کو کیا عطا فرمایا؟

جواب : آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی تعلیم اور نشانات کے ذریعہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی ذات، اس کی قدرت اور اس کے وجود کی معرفت عطا فرمائی۔ آپؐ نے ایسے دلائل پیش فرمائے جن سے انسان اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

سوال : قرآن کریم کے تدریجی نزول میں کیا حکمت تھی؟

جواب : قرآن کریم ایک ہی وقت میں مکمل طور پر نازل نہیں ہوا بلکہ تقریباً 23 سال کے عرصہ میں مختلف مواقع اور حالات کے مطابق نازل ہوتا رہا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اس وقت کے انسانوں کی ذہنی اور علمی استعداد کے مطابق تعلیم تدریجاً نازل ہو، لوگ اسے سمجھیں، یاد کریں اور اس پر عمل کریں۔

سوال : قرآن کریم کے ٹکڑوں میں نازل ہونے کا ذکر کس قرآنی آیت میں ہے؟

جواب : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً

یعنی: ''اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟''

سوال : قرآن کریم کے تدریجی نزول کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس رنگ میں بیان فرمایا؟

جواب : حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے 23 سال کے عرصہ میں نازل ہونے کو قرآن کریم کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی ایک دلیل قرار دیا۔ سخت ترین حالات، جنگوں، تکالیف اور مخالفانہ کوششوں کے باوجود آپؐ کی زندگی باقی رہی اور قرآن کریم کے مکمل نزول اور دین کے کامل ہونے کا اعلان ہوا۔

سوال : قرآن کریم کے تدریجی نزول کا ایک اہم عملی فائدہ کیا تھا؟

جواب : صحابہؓ کے لیے اس تعلیم کو سمجھنا، یاد کرنا اور اس پر عمل کرنا آسان تھا۔ اگر پوری کتاب ایک ہی وقت میں نازل ہوتی تو اس زمانے کے لوگوں کے لیے اس کے تمام احکام اور تعلیمات کو ایک دم سمجھنا اور عملی طور پر اختیار کرنا مشکل ہوتا۔

سوال : کیا صحابہؓ کو قرآن کریم کی تمام باتیں فوراً سمجھ آجاتی تھیں؟

جواب : نہیں۔ بعض باتیں صحابہؓ کی سمجھ میں فوراً نہیں آتی تھیں، لیکن ان کا ایمان کامل تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تعلیم پر یقین رکھتے تھے۔

سوال : ایمان کامل کے متعلق خطبہ میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب کا کیا واقعہ بیان ہوا؟

جواب : جب کسی نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب سے مخالفین کے اعتراضات سننے کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ اعتراضات سن بھی لیں تو ان کا ایمان کمزور نہیں بلکہ مزید مضبوط ہوگا۔ ان کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک اور آپؐ کی صداقت سے مضبوط ہو چکا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقی ایمان محض اعتراضات کے سننے سے متزلزل نہیں ہوتا۔

سوال : قرآن کریم میں مستقبل کے علوم اور حقائق کی کیا اہمیت ہے؟

جواب : قرآن کریم میں ایسے بہت سے حقائق اور پیشگوئیاں موجود ہیں جنہیں انسانی علم اور سائنسی ترقی کے ساتھ وقت گزرنے پر مزید سمجھنے کے مواقع ملتے ہیں۔ اس سے قرآن کریم کی گہرائی اور اس کی تعلیم کی وسعت ظاہر ہوتی ہے۔

سوال : ڈاکٹر عبدالسلام مرحوم قرآن کریم کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟

جواب : خطبہ میں بیان ہوا کہ ڈاکٹر عبدالسلام مرحوم کہا کرتے تھے کہ وہ اپنے ہر تجربے کی بنیاد قرآن کریم کی آیات پر رکھتے تھے۔ اس سے قرآن کریم اور کائنات کے حقائق میں مطابقت کی طرف توجہ ملتی ہے۔

***

درخواستِ دُعا

مکرم اقبال احمد صاحب لون آف چیک ایمر چھ (کشمیر) کے گلے میں کینسر ہے۔ علاج جاری ہے۔ قارئین بدر سے دُعا کی درخواست ہے۔

خاکسار: سیّد امداد علی زعیم انصار اللہ چک ایمر چھ کشمیر

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''ہر وہ شخص جس کو اللہ کی ذات پر یقین ہے، اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ آخرت کا ایک دن مقرر ہے جہاں اس کا حساب کتاب ہوگا اور اس کی تیاری کے لئے وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے تو اس کو پھر ان راستوں پر چلنا ہوگا جن پر آنحضرت ﷺ نے ہمیں چل کر دکھایا ہے۔ تبھی اللہ تمہاری ان دعاؤں اور اس کا قرب پانے کی امیدوں پر بھی نظر کرے گا۔''
(خطبہ جمعہ ۱۷/ دسمبر ۲۰۰۴ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۳۱/ دسمبر ۲۰۰۴ء)

طالب دعا: بی.ایس. عبدالرحیم ولد مکرم شیخ علی صاحب مرحوم (صدر جماعت احمدیہ منگلور، کرناٹک)

HOTEL FIRDOUS
SALANDI BY PASS (BHADRAK)
Nearest to Bus Stand & Railway Station
A/C & Non A/C Rooms, Marriage & Confrence Hall, Laundry Facility
Landline : 06784-240620 Mobile : 9078517843, 7852974737
طالب دعا: شیخ طاہر احمد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب

سچائی کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کے لئے اسوہ رسول اللہ ﷺ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24 اپریل 2026 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرنے والے کے متعلق کیا فرمایا؟

جواب : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی علامت کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خبر کی تحقیق کیے بغیر اسے آگے پھیلانا بھی انسان کو جھوٹ کے دائرے میں لے آتا ہے۔

سوال : سنی سنائی بات آگے پھیلانے کی برائی کیوں سنگین ہے؟

جواب : کیونکہ انسان بعض اوقات ایسی بات دوسروں تک پہنچا دیتا ہے جس کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ اگر وہ بات غلط ہو تو کسی بے گناہ کی بدنامی، دل آزاری یا نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ اس لیے مسلمان کو ہر خبر کی تحقیق کرنی چاہیے اور بغیر تحقیق کے کوئی بات آگے نہیں پھیلانی چاہیے۔

سوال : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہؓ کے جھوٹ کے متعلق کیا بیان فرمایا؟

جواب : حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو جھوٹ سے بڑھ کر کوئی خصلت زیادہ ناپسند نہ تھی۔ اگر کوئی شخص آپؐ کے سامنے جھوٹ بولتا تو یہ بات آپؐ کے دل میں رہتی، یہاں تک کہ آپؐ کو معلوم ہو جاتا کہ اس شخص نے توبہ کر لی اور جھوٹ بولنا چھوڑ دیا ہے۔

سوال : ایک شخص اپنے خاوند کے مال کے متعلق جھوٹا اظہار کیوں کرے تو آنحضرت ﷺ نے اسے کیا قرار دیا؟

جواب : حضرت اسماءؓ کی روایت کے مطابق ایک عورت نے عرض کیا کہ کیا وہ اپنی سوتن کو چڑانے کے لیے یہ ظاہر کر سکتی ہے کہ اس کا خاوند اسے بہت کچھ دیتا ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ چیزیں اسے نہیں دی گئیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایسی چیز سے سیر ہونے کا اظہار کرے جو اسے دی ہی نہیں گئی، وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی مانند ہے۔

سوال : ''جھوٹ کے دو کپڑے پہننے'' کا کیا مطلب ہے؟

جواب : اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص مکمل طور پر جھوٹ اور فریب میں ملوث ہے۔ ''دو کپڑے'' بطور تمثیل استعمال ہوئے ہیں، یعنی اس کا ظاہر و باطن جھوٹ سے آلودہ ہے۔

سوال : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو منافقت سے کس طرح جوڑا؟

جواب : حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار خصلتیں جس شخص میں ہوں وہ پورا منافق ہے، اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، جب تک وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ ان میں یہ بھی شامل ہے کہ:

جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے۔

دیگر علامات امانت میں خیانت، عہد شکنی اور جھگڑے میں گالی دینا ہیں۔

سوال : جھوٹ بولنے کے علاوہ منافق کی دیگر علامات کون سی بیان ہوئی ہیں؟

جواب : 1. امانت میں خیانت کرنا۔
2. بات کرتے ہوئے جھوٹ بولنا۔
3. عہد کرنے کے بعد عہد شکنی کرنا۔
4. جھگڑے کے وقت گالی گلوچ کرنا۔

سوال : غلط باتیں پھیلانے والوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے کس قسم کا انذار فرمایا؟

جواب : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے انجام سے سختی سے ڈرایا جو جھوٹی بات بنا کر لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت میں ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جس کا منہ لوہے کے آنکڑے سے چیر دیا جاتا تھا کیونکہ وہ صبح ایک جھوٹی بات بناتا اور وہ بات چاروں طرف پھیل جاتی تھی۔

سوال : حدیث میں جھوٹی بات پھیلانے والے شخص کے لئے کس سزا کا منظر دکھایا گیا؟

جواب : اس کے منہ، نتھنے اور آنکھ کے ایک جانب کو گدی تک چیر دیا جاتا تھا، پھر دوسری جانب یہی عمل کیا جاتا، اور جب ایک طرف دوبارہ درست ہوتی تو پھر اسے چیر دیا جاتا۔ یہ اس شخص کے لیے سخت وعید تھی جو جھوٹی بات بنا کر اسے چاروں طرف پھیلاتا تھا۔

سوال : لوگ بعض اوقات دوسروں کے متعلق غلط باتیں کیوں پھیلاتے ہیں؟

جواب : بعض لوگ محض زبان کے مزے، تفریح یا مجلس کی رونق کے لیے باتیں کرتے ہیں، جبکہ بعض اوقات کسی شخص کو بدنام کرنے، نقصان پہنچانے یا معاشرے میں اس کی عزت خراب کرنے کے لیے غلط باتیں پھیلائی جاتی ہیں۔ دونوں صورتیں قابلِ مؤاخذہ ہیں۔

سوال : جھوٹی بات پھیلانے والے کو کس بات سے خوفزدہ ہونا چاہیے؟

جواب : اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عمل سے باخبر ہے، اور غلط خبریں پھیلانا اور لوگوں کو نقصان پہنچانا قابلِ مؤاخذہ ہے۔ اس لیے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا، استغفار کرنا اور اپنی اصلاح کرنا چاہیے۔

سوال : کاروباری معاملات میں سچائی کی کیا اہمیت ہے؟

جواب : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاروبار میں بھی سچائی اور صاف گوئی کو ضروری قرار دیا۔ اگر خریدنے والا اور بیچنے والا سچ بولے، حقیقت واضح کرے اور کوئی بات نہ چھپائے تو ان کی تجارت میں برکت ہوتی ہے۔ لیکن اگر جھوٹ بولیں یا حقیقت چھپائے تو ان کے کاروبار کی برکت مٹا دی جاتی ہے۔

سوال : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ''امین'' اور ''صدیق'' کا خطاب کس نے دیا؟

جواب : اہلِ مکہ نے آپؐ کی غیر معمولی امانت اور صداقت کو دیکھتے ہوئے آپؐ کو امین اور صدیق کے خطابات دیے تھے۔

***

بقیہ از صفحہ :20 **معدے کی تکلیف** والوں کو ڈاکٹر یہی مشورہ دیتے ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے رسول اللہ ﷺ نے دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سادہ زندگی کی وجہ سے لوگ اس بات کے عادی ہوں گے کہ تکالیف کو برداشت کر سکیں اور باوجود تکلیف دہ ایام کے انہیں تکلیف کا احساس نہ ہوگا۔ فرمایا جیسے آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپ کے نزدیک جو مشکلات ہیں وہ ہمارے روزمرّہ زندگی کا مشغلہ ہیں۔ جن کو وہ آفتیں اور مصیبتیں خیال کرتے ہیں وہ ہمارے نزدیک راحت اور آرام ہے۔ اس لیے ان تکلیفوں کا ہمیں پتا بھی نہیں لگتا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تھوڑے دن ہوئے بعض نے مجھ سے کہا کہ کپڑوں کا ملنا مشکل ہو رہا ہے جبکہ ایک مومن کی تو حالت یہ ہوتی ہے کہ کپڑا مل گیا تو پہن لیا نہیں ملا تو پرانے کپڑے کو پیوند لگا کر گزارہ کر لیتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے کپڑوں کو پیوند لگے ہوتے تھے۔ کیا ہم ان سے بڑے ہیں کہ ہم اپنے کپڑوں کو پیوند نہ لگا سکیں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج کل کی دنیا کا مشکلات میں یہی شور اٹھ رہا ہے کہ یہ نہیں ملتا، وہ نہیں ملتا اور اگر عالمی جنگ شروع ہو گئی تو پھر پتا نہیں اَور مزید کیا حالات خراب ہوں۔ مَیں پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ بڑھتی ہوئی جنگ کے حالات پیدا ہوتے جا رہے ہیں اور اگر مزید جنگ ہوتی ہے تو یورپ بھی اور تمام دنیا بھی خوراک کے لحاظ سے مشکل دَور میں سے گزرے گی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس وقت کے ہندوستان کی مثال دی ہے لیکن افریقہ اور کم ترقی یافتہ ممالک میں یہ حال ہے کہ ان کو سادہ غذا بھی مل جائے تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جنگ کے حالات برداشت کر لیں گے لیکن یورپ اور یہ ترقی یافتہ ممالک برداشت نہیں کر سکیں گے اور یہ حالات انہیں بہت زیادہ پریشان کر دیں گے۔ پس ہمیں بھی اپنی حالتوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے اور قناعت پیدا کرنی چاہیے۔ سادہ زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کے نمونہ اور اس وقت کو سامنے رکھنا چاہیے۔

اچھی چیزیں، کھانے میسّر ہوں تو ضرور کھائیں۔ اچھی چیزیں میسّر ہیں تو ضرور پہنیں۔ لیکن ان پر انحصار کرنا اور اگر نہ ملے تو شور مچانا کہ مر گئے یہ غلط چیز ہے۔ بہرحال

یہ دعا بھی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو ان آفات سے بچائے۔ اپنی اناؤں کی وجہ سے یہ تباہی کے گڑھے میں گرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر یہی حالات رہے تو جنگ عظیم تو یقینی ہے اور پھر ان کی تباہی بھی یقینی ہے۔ دوسروں کے مال اور زمین پر قبضہ کرنے کی بجائے ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنی عوام کی خدمت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حسنؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے مریضوں کا علاج صدقہ و خیرات سے کرو اور بلاؤں کے طوفان کا دعا اور تضرّع سے مقابلہ کرو''۔

(الترغیب والترھیب کتاب الصدقات باب الترغیب فی اداء الزکوٰۃ)

طالب دعا : شیخ صادق علی و افراد خاندان (جماعت احمدیہ تالبر کوٹ، صوبہ اڈیشہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف ایک ایسی ہدایت ہے کہ اُس پر عمل کرنے والا اعلیٰ درجہ کے کمالات حاصل کر لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے اس کا ایک سچا تعلق پیدا ہونے لگتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 122-121۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

طالب دعا: ضیاء الدین خان صاحب مع فیملی (حلقہ محمود آباد، جماعت احمدیہ کیرنگ صوبہ اڈیشہ)

M.F. STEELS & ALUMINIUM

Deals in All types of
Aluminium chennels, Section &
Steels, Pipes, Tubes, ACP, Sheet etc.

Sk. Muneer Ahmed
7008220172 9437147910
ahmedmuneersk@gmail.com

طالب دعا : شیخ منیر احمد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

JYOTI SAW MILL

SAWMILL

SK. ZAHOOR AHMAD
IDCO, Plot No.2, At-Ampore
P.O Kenduapada Dist - Bhadrak - 756112 (Odisha)
Mobile No. 9861330620 & 7008841940

طالب دعا : شیخ ظہور احمد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر بہشتی مقبرہ کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان)

مسل نمبر 12755: میں امۃ الحفیظ زوجہ مکرم سلیم خان صاحب، قوم: احمدی مسلمان، پیشہ: خانہ داری، عمر 28 سال، پیدائشی احمدی، ساکن: دارالبرکات کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ، بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 10اگست 2026ء وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیورطلائی: ایک عدد نیکلس 9 گرام، دوعدد نیکلس 12.6 گرام، کان کی بالی 6 گرام، کان کی بالی 3 گرام، ایک انگوٹھی 5 گرام، ایک چین 9.27 گرام، بینگلز 5 گرام۔ تمام زیورات 49.33 گرام 22 کیریٹ، زیورنقرئی: 175 گرام۔ حق مہر 120000 روپے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 2000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: سلیمان خان الامۃ: امۃ الحفیظ گواہ: حلیم احمد

مسل نمبر 12756: میں سلیم خان ولد مکرم اللہ بخش خان صاحب، قوم: احمدی مسلمان، پیشہ: ملازمت، عمر: 38 سال، پیدائشی احمدی، ساکن: دارالبرکات کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ، بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 10اگست 2026ء وصیت کرتاہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار 20000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتاہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: سلیمان خان العبد: سلیم خان گواہ: حلیم احمد

مسل نمبر 12757: میں نصیرہ بیگم زوجہ مکرم نظارت احمد خان صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 47 سال پیدائشی احمدی ساکن: دارالبرکات کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 10اگست 2026ء وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: ایک عدد ہار، کان کی بالی دوعدد، دوعدد چوڑی (تمام زیورات اڑھائی تولہ 22 کیریٹ) زیورنقرئی: پازیب 2 سیٹ 14 گرام۔ حق مہر 35000 روپے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 1000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: سلیمان خان الامۃ: نصیرہ بیگم گواہ: حلیم احمد

مسل نمبر 12758: میں نظارت احمد خان ولد مکرم سخاوت علی خان صاحب قوم احمدی مسلمان ریٹائرڈ عمر 64 سال پیدائشی احمدی ساکن: دارالبرکات کیرنگ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 10اگست 2026ء وصیت کرتاہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ ذاتی مکان جس میں دو کمرے ایک کچن، لیٹرن، باتھروم ہے۔ میرا گزارہ آمد از پنشن ماہوار 25000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتاہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: سلیمان خان العبد: نظارت احمد خان گواہ: حلیم احمد

مسل نمبر 12759: میں شاہزادی زوجہ مکرم سجاد علی صاحب مرحوم قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش: یکم ستمبر 1962 تاریخ بیعت: 1998ء ساکن: سہونیا ضلع مورینہ صوبہ مدھیہ پردیش بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 18 اگست 2026ء وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: ایک جوڑی کان کی بالیاں، ایک عدد کوکا، ایک عدد گلے کا لاکٹ (تمام زیورات 4 گرام 22 کیریٹ) زیورنقرئی: ایک جوڑی پائل 100 گرام۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 600 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ظہیر احمد الامۃ: شاہزادی گواہ: محمد خالد

مسل نمبر 12760: میں طیبہ نرگس شاہ زوجہ مکرم داؤد احمد نورانی صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش: 20 اکتوبر 1994ء پیدائشی احمدی ساکن: فلیٹ نمبر 2، نیو فور اسٹوری، محلہ احمدیہ قادیان پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 21اگست 2026ء وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: دوعدد نیکلس 22.33 گرام، دوعدد چین، ایک عدد پنڈنٹ 35.63 گرام، ایک پیئر بینگل 19.28 گرام، تین عدد رنگ 12.13 گرام، تین پیئر ائر رنگ 15.82 گرام، دو پیئر کان کے ٹاپس 6.00 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ)۔ زیورنقرئی: دوعدد نیکلس، دوعدد ٹاپس، ایک عدد رنگ، ایک عدد کمر بند (تمام زیورات 156.590)۔ حق مہر 117000 روپے وصول شد میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 600 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: مظہر احمد الامۃ: طیبہ نرگس شاہ گواہ: داؤد احمد نورانی

مسل نمبر 12761: میں ممینہ زوجہ مکرم حامد خان صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش: یکم اگست 1977ء تاریخ بیعت: 2005ء ساکن: بروہا ضلع گوالیئر صوبہ مدھیہ پردیش بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 17 اگست 2026ء وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: کان کے جھمکے ایک جوڑی 10 گرام، ناک کی نتھ 2.5 گرام، ماتھے کا ٹیکہ 2.5 گرام، انگوٹھیاں 3 عدد 7.5 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ)۔ زیورنقرئی: دوجوڑی پازیب 400 گرام، دوعدد قمر بند 400 گرام۔ حق مہر 31250 روپے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 600 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ظہیر احمد الامۃ: ممینہ گواہ: محمد خالد

مسل نمبر 12762: میں سندیپ کمار ولد مکرم چورلال صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ پروفیسر عمر 36 سال پیدائشی احمدی ساکن: گھرائے ضلع ہانسی صوبہ ہریانہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ: 24 اگست 2026ء وصیت کرتاہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار 84000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتاہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: علی شیر العبد: سندیپ کمار گواہ: طاہر احمد خان

کام جو کرتے ہیں تیری راہ میں پاتے ہیں جزا ☆ مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف وکرم ہے بار بار (المسیح الموعودؑ)

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE



WATCH SALES & SERVICE
LCD LED SMART TV
VCD & CD PLAYER
EXPORT AND IMPORT GOODS
AND ALL KIND OF ELECTRONICS
AVAILABLE HERE

Prop. NASIR SHAH Contact.03592-226107,281920, +91-7908149128
NEAR LAAL BAZAR, AHMADIYYA MUSLIM MISSION GANGTOK SIKKIM

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
Email: badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadr.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57
Weekly **BADAR** Qadian
Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA
Postal Reg. No. GDP/001/2026-28 Vol. 75 Thursday 05 November 2026 Issue. 45

ACT. MANAGER
ATHAR AHMAD SHAMIM
Mobile : +91 9815639670
Email:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (WEIGHT : 50 -100 Gms/Issue)

قناعت اور سادگی کے حوالے سے سیرت النبی ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۳۰؍اکتوبر ۲۰۲۶ء بمطابق ۳۰؍اخاء ۱۴۰۵؍ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت ﷺ کی سادہ زندگی اور سادہ رہن سہن کے بارے میں ذکر ہو رہا تھا۔ گذشتہ ہفتے اس سلسلے میں آپؐ کے کھانے پینے میں سادگی اور کھانے پینے کے طریقے کے بارے میں بیان کیا تھا اور یہ کہ آپؐ کے سادہ رہن سہن کا کیا معیار تھا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ہر ایک فعل اپنے اندر ایک سادگی اور بے تکلّفی کا رنگ رکھتا تھا۔

جو لوگ عمدہ کھانے کے عادی ہیں وہ تو خیال کرتے ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ عمدہ عمدہ کھایا کرتے ہوں گے اور شاہانہ دسترخوان آپؐ کے آگے بچھتا ہو گا لیکن وہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ واقعات اس کے خلاف تھے۔ اگر ایک طرف رسول اللہ ﷺ سادگی کا کامل نمونہ تھے تو دوسری طرف سادہ زندگی میں بھی آپؐ دنیا کے لیے نمونہ تھے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے بھانجے عروہ کو فرمایا کہ اے میرے بھانجے! ہم لوگ تو ہلال کے بعد ہلال دیکھا کرتے تھے یہاں تک کہ تین ہلال دیکھ لیتے یعنی چاند کے دو ماہ گزر جاتے اور آپ ﷺ کے گھر پہ آگ نہ جلتی۔ سوال کرنے والے نے پوچھا پھر آپؐ کیا کھاتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ پانی اور کھجور کھایا کرتے تھے اور انصار پڑوسی بکریوں کا دودھ بھجوایا کرتے تھے۔

اللہ اللہ! کیسی سادہ زندگی ہے کہ دو دو ماہ تک آگ ہی نہیں جلتی اور صرف کھجور، پانی اور دودھ پر گزارا ہوتا ہے۔ اس تاریخ کو دیکھ کر مسلمانوں کو شرمانا چاہیے۔ بعض امیر لوگ مسلمانوں میں بھی ہیں جو آج کل اسی اکل وشرب کی مرض میں گرفتار ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی کم حیثیت والے بھی زیادہ خرچ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا روپیہ کھانے پینے میں زیادہ خرچ ہو جاتا ہے اور مقروض رہتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ آج کل ڈیمانڈز زیادہ ہو رہی ہوتی ہیں کہ ہمارے کھانے پینے کے معیار اچھے نہیں۔ حالانکہ جو بھی آمد ہو اس میں گزارہ کرنا چاہیے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اگر ایک طرف سادگی کا نمونہ تھے تو دوسری طرف رہبانیت کو بھی ناپسند فرماتے۔ اگر اعلیٰ سے اعلیٰ غذا بھی پیش کی جاتی تو اسے بھی استعمال کرتے۔

یہ نہیں کہ نفس کُشی کے لحاظ سے کھانے سے انکار کر دیتے۔ یہی معیار آپؐ کو دوسروں پر فضیلت دیتا ہے کیونکہ آپؐ تمام دنیا کے لیے آئے تھے نہ کہ کسی خاص گروہ کے لیے۔ اس لیے آپؐ کا کامل ہونا لازمی تھا۔ ایک طرف آپؐ سادہ زندگی میں کمال رکھتے تھے تو دوسری طرف طیّب اشیا کے استعمال سے اجتناب نہ فرماتے لیکن عموماً آپؐ کا گزارہ سادہ زندگی پر ہوتا اور کھانا اس لیے کھاتے کہ زندگی کا تعلق برقرار رہے اور کام کرنے کی طاقت پیدا ہوتی رہے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں یہ نمونہ بھی دکھا دیا کہ ہر قسم کی اعلیٰ سے اعلیٰ غذائیں بھی استعمال فرمائیں اور دوسری طرف سادہ زندگی سے ہمارے امراء کے لیے بھی نمونہ قائم کر دیا جن کی زندگی کا انتہائی مقصد اعلیٰ خوراک اور پوشاک ہوتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اچھا کھانا تناول کرنے کے متعلق ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بکری کے شانے سے گوشت تناول فرما رہے تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی شادی اور ولیمہ کے متعلق یہ روایت ملتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر دیا اور ان سے شادی کی۔ ان کا آزاد ہونا ہی ان کا مہر تھا۔ اسی سفر کے دوران رسول کریم ﷺ نے صبح کے وقت دسترخوان بچھا دیا اور سب کو کہا کہ جس کے پاس جو بھی ہے وہ لے آئے۔ کوئی کھجوریں لے آیا، کوئی گھی اور کوئی ستّو۔ پھر ان سب کو ملا کر آپس میں گوندھ دیا اور یہی رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ تھا۔

گذشتہ خطبے میں بھی ذکر ہوا تھا کہ آپ ﷺ چھوٹے سے چھوٹا تحفہ بھی قبول فرما لیا کرتے تھے۔ اس بارے میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے بکری کی دستی یا پایہ بھی کھانے کی دعوت دی جائے تو میں اس دعوت کو ضرور قبول کروں گا۔ اور اگر کوئی بکری کی دستی یا پایہ مجھے تحفہ بھی بھجوایا جائے تو میں قبول کر لوں یعنی چھوٹے سے چھوٹا تحفہ بھی قبول کر لوں۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مراد یہ ہے کہ مَیں معمولی سی دعوتِ طعام یا ادنیٰ سا ہدیہ بھی ردّ نہ کروں گا۔ قرآن مجید نے ردّی شے کو بطور ہدیہ قبول کرنا عمدہ اخلاق میں سے شمار فرمایا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ہر ایک کی دعوت آپؐ قبول فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہؐ کو مدعو کیا۔ کہتے ہیں کہ مَیں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دعوت میں گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جَو کی روٹی اور شوربہ پیش کیا جس میں کدو اور خشک گوشت کے ٹکڑے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ آپؐ پیالے کے اطراف سے کدو چن چن کر کھا رہے ہیں۔ اس دن سے مَیں بھی کدو پسند کرنے لگا ہوں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ کدو آپؐ کو بہت مرغوب تھے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ جب آپؐ کو کھانا نصیب نہ ہوا۔ وہ شخص احمق ہے جو کہتا ہے کہ محمد رسول ﷺ نے عمدہ گوشت کیوں کھایا، جو کہتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ نے عمدہ و شاہانہ شربت کیوں پیئے، عمدہ شے کیوں کھائی۔ کیونکہ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فاقے بھی کیے اور اپنے پیٹ پر پٹکے بھی باندھے۔ ایسے دن بھی آپؐ پر آئے کہ ایک فقیر عورت آپؐ کے گھر پر مانگنے آئی تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن ہمارے گھر پر کچھ نہیں تھا اور تلاش کرنے پر صرف ایک کھجور ملی۔ اس عورت نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور اپنی دونوں بیٹیوں کو دے دیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس واقعے کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کے گھر پر دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی پرورش کرے تو اللہ اس پر جنت واجب کر دیتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت جب کوئی سنتا یا پڑھتا ہے تو اس میں بیان کیے ہوئے ہر واقعے میں تربیت اور حکمت و نصیحت کے کئی پہلو نظر آجاتے ہیں اور یہی ہمیں اس روایت میں نظر آتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ دیباچہ تفسیر القرآن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کھانے پینے میں آپ ﷺ سادگی کو ملحوظ رکھتے تھے۔ کبھی نمک زیادہ ہو جائے یا نہ ہو یا خراب پکا ہو تو کبھی اظہارِ ناراضگی نہیں فرماتے تھے۔ جہاں تک ممکن ہوتا تھا ایسا کھانا کھا کر کھانا پکانے والے کو دل شکنی سے بچا کے رکھتے اور اگر پسند نہ آتا تو ہاتھ روک لیتے لیکن ظاہر نہ فرماتے۔ جب کوئی چیز آتی تو صحابہؓ میں بانٹ کر کھاتے۔ ایک دفعہ کھجوریں آئیں تو سات سات کھجوریں صحابہؓ میں بانٹ دیں۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنو، کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ عمدہ ہیں۔ اور اس میں اپنے مُردہ کو کفن دو۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص نے پیٹ سے زیادہ خراب برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں۔ یعنی پیٹ بھی ایک برتن ہے اسے بھرتے جاؤ تو اس میں خرابی ہی پیدا ہوتی جائے گی۔ فرمایا کہ ایک تہائی کھانے کے لیے رکھو، ایک تہائی پانی کے لیے ہے اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھو یعنی بھوک چھوڑ کر کھاؤ۔

(بقیہ صفحہ نمبر 18 پر ملاحظہ فرمائیں)

دنیا کے بگڑتے ہوئے حالات
اور
حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی قناعت اور سادگی اختیار کرنے کی نصیحت

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 30؍اکتوبر میں سادگی اور قناعت کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ذکر فرمایا اور خطبہ جُمعہ کے آخر میں اس حوالہ سے دنیا کے بگڑتے ہوئے موجودہ حالات میں سادگی اور قناعت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

”بڑھتی ہوئی جنگ کے حالات پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اگر جنگ اور مزید وسیع ہوتی ہے تو یورپ بھی اور تمام دنیا بھی خوراک کے لحاظ سے مشکل دور میں گزرے گی۔ (فرمایا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس وقت کے ہندوستان کا ذکر کیا ہے) لیکن افریقہ اور بعض ترقی یافتہ ممالک میں یہ حال ہے کہ سادہ غذا میں لوگوں کا گزارہ ہے اور ان کو سادہ غذا بھی مل جائے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ وہ لوگ تو جنگ کے حالات برداشت کر لیں گے لیکن یورپ اور ترقی یافتہ ممالک برداشت نہیں کر سکیں گے اور یہ حالات ان کو بہت زیادہ پریشان کر دیں گے۔ پس ہمیں بھی اپنی حالتوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور قناعت پیدا کرنی چاہئے۔ سادہ زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ اور اُسوہ کو سامنے رکھنا چاہئے۔ آپ کی نصائح کو سامنے رکھنا چاہئے۔ اچھی چیزیں میسّر آئیں تو ضرور کھائیں نہ میسّر آئیں تو ضروری نہیں لیکن اس کے اوپر انحصار کر لینا اور شور مچا دینا کہ مر گئے یہ غلط چیز ہے۔

یہ دعا بھی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو ان آفات سے بچائے اور اپنی اناؤں کی وجہ سے یہ تباہی کے گڑھے میں گرنے کی کوشش کر رہی ہے ان سے بچیں کیونکہ اگر یہی حالات رہے تو جنگ عظیم تو یقینی ہے اور پھر تباہی بھی یقینی ہے۔ دوسروں کے مال اور زمین پر قبضہ کرنے کی بجائے ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنی عوام کی خدمت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے“ آمین۔

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad